FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

عفت سحر طاہر

رُت آن

ہلکی پھلکی نفیس سی کڑھائی سے سجا سیاہ اور آف وائٹ کریم کلر کا سوٹ اس کے متناسب سراپے پر عجب ہی بہار دے رہا تھا۔ کمر تک آتے بالوں کی چوٹی کو آخری بل دے کر ربڑ بینڈ چڑھاتے ہوئے اس نے چوٹی کو جھٹکے سے کمر پر پھینکا تو اس کے لبوں پر خوشگوار سی مسکراہٹ تھی۔

آج اپنا آپ اسے خود ہی بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر کاٹن کا دوپٹا اٹھایا۔ سیاہ دوپٹا جس پر کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے سے آف وائٹ پھول کڑھے تھے۔ دوپٹے کے چاروں طرف آف وائٹ کلر کی انچ بھر کی پٹی تھی جس پر چھوٹے چھوٹے سیاہ رنگ کے پھول کڑھے ہوئے تھے۔ اس نے بڑے شوق سے دونوں شانوں پہ دوپٹے کو پھیلایا۔ تمتماتی رنگت اور آنکھوں میں اتری پرشوق سی چمک نے اسے بہت کھلا ہوا روپ دے رکھا تھا۔

وہ بڑے اچھے موڈ میں چاچی کے کمرے سے باہر نکلی تو اندر آتے عاقب سے ٹکرا گئی۔

"لو مار دیا۔" وہ مصنوعی آہ و بکا کرنے لگا۔

"اف دیکھ کے نہیں چل سکتے۔" زینب کو حقیقت میں ناک پہ چوٹ لگی تھی۔ سرخ ہوتی ناک کو ہاتھ سے دباتی وہ جھنجلا کر بولی۔

"دیکھ کے ہی تو چل رہا تھا پھر ہوش ہی کہاں

مکمل ناول

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

سلامت رہنے والا تھیں، بار رہی ہو آج تم۔" عاقب نے لب دبائے ہنسی کی شوخی سے اسے جھینپنے پر مجبور کر دیا۔

"بکواس مت کرو۔"

"تو۔ تمہاری تعریف بکواس ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

اس کی نگاہ ابھی بھی زینب کے اچھوتے روپ پر تھی۔ تمتماتا چہرہ حسن کا حسن بڑھا رہا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"ادھر آؤ۔ پھر بتاتا ہوں۔"

وہ فوراً "لوفر ہوا" تو زینب کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔ مگر دل ایک الگ ہی لے میں دھڑک رہا تھا۔

عاقب کی ذرا دیر کی توجہ بھی اس کے جذبات کو بڑھا دیتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ نانی اماں عاقب کے ساتھ اسی کو سوچے ہوئے ہیں۔ تب ہی تو وہ بلا خوف و خطر اس کے سنگ خوابوں کے سفر پر نکل جایا کرتی تھی۔

☆ ☆ ☆

فیصل نے گاڑی اس عالی شان بنگلے سے ذرا فاصلے پر روکی۔ پوش ایریا میں بنا وہ ایک شان دار بنگلہ تھا۔ جس کے مکینوں کی امارت پر کوئی شبہ نہیں تھا۔

عافیہ پر ہیجان طاری ہونے لگا۔ اس بنگلے کی خوب صورتی تھی یا اس کے مکینوں کی امارت کا رعب۔ اسے لگا وہ کبھی بول نہیں پائے گی اور آنکھیں تھیں کہ اس خواب نگر کا نظارہ کر کر کے نہیں تھک رہی تھیں۔

"کیا بات ہے۔ گھر پسند نہیں آیا میری جان کو؟" فیصل اس کے قریب ہو کر محبت سے پوچھ رہا تھا۔ عافیہ کسی خواب کی گرفت سے آزاد ہوئی۔

"یہ۔ تم یہاں رہتے ہو؟" عافیہ کی آواز لرز رہی تھی۔

"ہاں۔ تو؟" فیصل کے انداز میں بے نیازی تھی۔

"مائی گاڈ۔ تم نہیں جانتے فیصل! یہ تو میرے خوابوں کا گھر ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ کبھی حقیقت میں میسر ہو سکتا ہے۔"

وہ بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی۔ ہلکی ہلکی رنگت جذبات کی شدت سے تمتمانے لگی۔ گہری سیاہ آنکھوں کی چمک چنچل دید تھی۔ فیصل کو اس پر بے اختیار پیار آ گیا۔

"تم لڑکیاں بھی نا۔ کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خوش ہو جاتی ہو۔" عافیہ نے جذباتی ہو کر اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا۔

"یہ چھوٹی بات نہیں ہے فیصل! اب میرے گھر والوں کے پاس تمہیں ریجیکٹ کرنے کا کوئی جواز نہیں۔"

"جواز تو ابھی بھی ہے عافی! میرے ابو کبھی بھی اس شادی پر راضی نہیں ہوں گے۔ چچا کی بیٹی کو مانگ رکھا ہے انہوں نے میرے لیے اور مجھ اپنے کے ساتھ تمہارے ابا تمہیں رخصت نہیں کریں گے۔ ابھی ابو جائیداد بھی تب ہی مجھے ملے گی جب میں شاہدہ سے شادی کروں گا۔" وہ پریشان تھا۔

"اس کی تم فکر مت کرو۔ تم ابا سے ملو گے تو وہ تم سے بہت متاثر ہوں گے اور تمہارے والدین بھی آہستہ آہستہ مان ہی جائیں گے۔" عافیہ نے اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھوں کا پیار بھرا دباؤ بڑھاتے ہوئے اسے یقین دلایا۔

"اور اگر ابو نے مجھے عاق کر دیا تم سے شادی کرنے کی صورت میں تو۔؟" وہ عافیہ کا چہرہ کھوج رہا تھا جیسے اس کا امتحان لے رہا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو فیصل۔ اتنا انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتے وہ۔ اکلوتے بیٹے ہو تم ان کے اور کس کے بل پر کریں گے اپنا سب کچھ؟" عافیہ نے اپنے چہرے کی بدلتی رنگت کو بڑی مہارت سے چھپایا تھا۔

"پھر بھی۔ گھر سے تو نکال ہی سکتے ہیں۔ بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گی تم بھی۔"

"میری فکر مت کرو تم۔ میں تمہارے ساتھ ہر قسم کے حالات کا سامنا کر سکتی ہوں۔" عافیہ کے لب و لہجے میں پختہ عزم تھا۔

"اتنی نازک سی تو ہو میری جان۔ میں اپنی وجہ سے تمہیں کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔" فیصل کی محبت پر وہ مسکرا دی پھر تفاخر سے بولی۔

"ڈونٹ وری جناب۔ ایسے بھی کوئی مشکل حالات نہیں آنے والے ہیں۔ ہزار کی جاب ہے میری اور ترقی کے چانسز الگ۔"

"ہاں۔" فیصل گہری سانس بھرتا سیدھا ہو بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔ پھر ایک نظر عافیہ کے سلونے چہرے کو دیکھ کر طمانیت بھری مسکراہٹ سے بولا۔

"اسی بات کی تو تسلی ہے مجھے۔" گاڑی آگے بڑھ گئی۔ عافیہ سائیڈ مرر میں سے بنگلے کا عکس دیکھ رہی تھی۔ اس نے فیصل کے لفظوں پر دھیان نہیں دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کہاں رہ گئی تھیں۔ آج پھر اتنی دیر کر دی آنے میں۔؟" اماں عافیہ کی شکل دیکھتے ہی شروع ہو گئی تھیں۔ وہ برآمدے میں رکھے صوفے پر بیٹھ کر تھکے انداز میں سینڈل اتارنے لگی۔

"میں کیا پوچھ رہی ہوں۔ تو بے پانچ والی نوکری میں سات کا ہے تو سمجھنے لگی اب۔؟" اماں کا انداز تیکھا تھا اور عافیہ کی برداشت بس یہیں تک تھی۔ تڑخ کر بولی۔

"اگر میں بیس ہزار کمانے والا بیٹا ہوتی تو یہ سوال کبھی مجھ سے نہ کیا جاتا۔"

"خدا کی مار۔" اماں کو غصہ آ گیا۔ "لڑکے اور لڑکی کی آزادی کی الگ حدود ہوتی ہیں بٹیا رانی۔" غصے میں وہ اسے یونہی مخاطب کرتی تھیں۔

"اچھا اماں۔ اب آتے ہی سر پہ سوار نہ ہو جائیں۔ چھوٹے بہن بھائی تو اس گھر میں کوئی پوچھتا نہیں۔ آنے جانے کا پوچھنے سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔" وہ بے زاری سے بولی۔ تو اماں کو اپنا لب و لہجہ ذرا بدلنا پڑا۔

"ارے تو میں کون سا اپنے فائدے کے لیے کہتی ہوں۔ تمہارا ہی بھلا ہے اس میں۔ کل کو سسرال کے ہوتے کمانے سے بچ جاؤ گی۔" عافیہ کے لبوں پر فیصل کی یاد سے مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو وہاں اپنے ٹھاٹ ہوں گے۔ یہ چند ہزار کی نوکری تھوڑی کروں گی میں۔"

"چند ہزار۔ ارے کم بخت پورے بیس ہزار کماتی ہے۔ شکر خدا کا کر پڑھائی میں اچھی تھی تو نوکری بھی شیخ صاحب کی سفارش سے اونچی جگہ لگ گئی۔" اماں نے گھرکا۔

"یہ تو گھر کے حالات کی وجہ سے کر رہی ہوں اماں۔ سسرال جا کے میں شوہر نہیں پالوں گی۔"

وہ تنکھی ہوئی۔ اماں کچھ کہنے لگی تھیں کہ اسی وقت زینب ٹھنڈے ٹھار شربت کا جگ اور گلاس ٹرے میں رکھے چلی آئی۔ عافیہ کی بات منہ میں ہی رہ گئی۔

وہ یقیناً اس وقت چولہے کے آگے کھڑی تھی۔ عافیہ کی آواز سن کر شربت بنا لائی تھی۔ تمتماتی رنگت، بہار کا سا حسن، نیا لباس، جس میں وہ دمک رہی تھی۔ عافیہ کو لگا برآمدے میں یک لخت روشنی سی ہو گئی ہو۔

"یہ لیں جی۔ ٹھنڈا ٹھار شربت۔"

تپائی پر ٹرے رکھتے ہوئے اس نے جلدی سے شربت کا گلاس بھر کے عافیہ کو پیش کیا۔ سرخ مرطوب لبوں سے جھلکتے ہموار و چمک دار دانتوں کی لکیر۔ اس کی مسکراہٹ بہت خوب صورت تھی۔

عافیہ کو خواہ مخواہ غصہ آنے لگا۔

"یہ نیا سوٹ پہن کے تم کچن میں کام کر رہی تھیں؟" اس کی تیوری کے بل زینب کو گڑبڑا گئے۔

"نن۔ نہیں۔ وہ نہا کے آج پہنا تو پھر۔"

"اری آنکھیں کھول کے دیکھ۔ نیا کہاں۔ تمہارا ہی دو سال پرانا سوٹ ہے۔ جو تم نے اسے دے دیا تھا۔" اماں بے زار ہو گئیں۔

عافیہ گلاس تھام کر شربت کے گھونٹ بھرنے لگی۔ مگر اس کی عجیب سی نگاہیں کچن کی طرف جاتی زینب کی کمر تک آتی گھنے بالوں کی چٹیا سے الجھ رہی تھیں۔

"نانی شادی پر زور دے رہی ہیں۔ ان کی طبیعت کچھ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ٹھیک نہیں پڑتی۔" اماں نے وہ بات شروع کی جس کے لیے وہ "اچھی" موڈ کے بیٹھی تھیں۔

"کس کی شادی کے لیے؟" وہ سرسری انداز میں پوچھ کر شربت کے گھونٹ بھرنے لگی۔ اماں نے اسے قدرے گھور کر کہا۔

"ظاہر ہے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے۔"

"تو کر دیں۔"

خالی گلاس تپائی پر رکھتی اطمینان بلکہ بڑی بے اعتنائی سے کہتی وہ اٹھ گئی تو اماں مسکرا دیں۔ اشتیاق سے بولیں۔

"تو بتا پھر۔ کون سا مہینہ رکھوں شادی کا؟" وہ اندر جاتے جاتے رک گئی پھر ان کی طرف مڑی۔

"آپ کیوں رکھیں گی۔ جن کا بیٹا ہے وہ رکھتے پھریں تاریخیں۔" وہ اس کی سادگی پر مسکرا دیں۔

"ارے بے وقوف۔ تاریخ تو لڑکی والے ہی دیتے ہیں نا۔ تمہارے ابا تو اگلا مہینہ ہی کہہ رہے ہیں۔ یہ تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے والی بات ہو گی۔ پر جب سے عمر کی زبانی آپا کا حال سنا ہے دل پریشان رہا ہے اس لیے میں بھی راضی ہو گئی۔" وہ تفصیلاً بتا رہی تھیں عافیہ کی پیشانی کے بل گہرے ہوئے۔

"ٹھیک کہو ذرا اماں۔" وہ قدرے زور سے بولی تو اماں ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"یہ کون سی منصوبہ بندیاں کر رہی ہیں آپ؟ کون سی شادی، کس کی شادی؟ میں تو ابھی سوچ بھی نہیں سکتی شادی تک اپنا کیریئر بنانا ہے میں نے۔" اس نے صاف چٹے انداز میں کہا تو وہ ہول سی گئیں۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تیرا۔ سالوں پرانی منہ زبانی کی بات ہے ہم دونوں بہنوں میں اور پھر تجھے کون سا نہیں پتا تھا۔ دو سال پہلے گجرات گئی تو عمر کو پسند کیا تھا تو نے راضی تھی شادی پر۔" وہ تیز لہجے میں بولیں۔

"بچپنا تھا میرا۔ اور اماں میں کراچی جیسے ہنگامہ خیز شہر سے اٹھ کے گجرات جا کے نہیں بس سکتی۔" اس نے تلخی سے جواب دیا۔

"ہنہ۔ تو یہ اب یاد آیا ہے تجھے؟ آتے ہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ وہاں شادی نہیں کرے گی۔ تیری طرف سے ہاں کہہ دی تھی میں نے آپا کو۔" اماں کو غصہ آنے لگا۔

"غلطی کی نا۔ مجھ سے اجازت لے کے بات کرتیں۔" وہ اطمینان سے کہتی ان کا پارہ چڑھانے لگی۔

"بے غیرت۔ تو نے ہی تو آ کے عمر کی تعریفوں کے پل باندھے تھے۔"

"نری شکل و صورت ہی ہے۔ نوکری تک تو ملی نہ تھی جناب کو۔" وہ حقارت سے بولی۔

"چھوٹی موٹی نوکری تو کر ہی رہا ہے۔ ساتھ ہی کوئی بڑا امتحان بھی دے رکھا ہے اس نے اعلا نوکری کے لیے۔" اماں نے اسے تسلی دلانا چاہی۔

"مجھے تو معاف ہی رکھیں اور ابا سے بھی صاف کہہ دیں۔ میں پیا کے اتنی دور پنجاب کے چھوٹے سے شہر میں نہیں بسنے والی۔ شادی میں کراچی ہی میں کروں گی۔"

وہ صاف چٹ بلکہ بے دید لحاظ انداز میں کہتی پلٹی تو زینب خالہ ٹرے اور گلاس اٹھانے آئی تھی۔ عافیہ نے رک کر اسے گھورا۔

"اور تم۔ یہ سوٹ تبدیل کرو اور دھو کے اچھی طرح پریس کر کے میری الماری میں لٹکا دو۔" حکم صادر کر کے وہ اندر چلی گئی تو منہ کھولے کھڑی زینب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"ہائے۔ بد دید۔ گھمنڈی۔" اماں کو بیٹی کی عادت سے کراہت آئی۔

وہ اکثر اپنی استعمال شدہ چیزیں زینب کو دے دیتی تھی مگر وہی چیزیں جب زینب پہنتی یا اسے جچتیں تو اکثر وہ دوبارہ اپنی چیز مانگ لیتی تھی۔ زینب آنسو پیتی خاموشی سے برتن اٹھانے لگی۔

"تو فکر نہ کر زینی اس سے اچھا جوڑا لے کے دوں گی تجھے۔ اس کی تو عادت ہے بے دیدوں والی۔"

اماں نے اس کا دل رکھنا چاہا۔ زینب اسی خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"ایک دفعہ شادی ہو جائے عاقی کے ساتھ میری۔ سب سے پہلے اسی کمینی کو سیدھا کروں گی۔" جگ گلاس سنک میں رکھ کر اس نے ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتے ہوئے انتقاماً خود کلامی کی تھی۔ پھر اپنے دوپٹے کو ہاتھوں پر پھیلا کر حسرت سے دیکھا اور جی بھر کے رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

رات کھانے کے بعد اماں اور ابا کی میٹنگ ہوئی۔ جلدی ہی ابا کے حضور عافیہ کی طلبی ہو گئی۔

عافیہ کو اسی بات کی امید تھی۔ اس کا ہوم ورک بھی مکمل تھا وہ پورے اعتماد کے ساتھ ان کے سامنے گئی۔

"ہاں بیٹا جی! یہ تمہاری اماں کیا کہہ رہی ہے؟ تمہیں اب عمر سے شادی پر اعتراض ہے؟"

ابا کو بات گھمانے پھرانے کی عادت نہیں تھی۔ ایک بات کہہ دینا اور پھر اس کو حرف آخر مان کر اسی پر جم جانا ان کی عادت قدیم تھی۔ اسی لیے ان کی زبان سے کوئی فرمان جاری ہونے سے پہلے عافیہ ان پر اپنا مطمع نظر واضح کرنا چاہتی تھی۔

"جی ابا! سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں آپ لوگوں سے اتنی دور جانا نہیں چاہتی۔"

"دوسرا صوبہ ہی ہے بھئی، دوسرا ملک تو نہیں جو ویزا لے کر آنا جانا پڑے۔" اماں تڑپ اٹھیں۔ ابا نے انہیں گھور کے دیکھا۔ اپنی بحث میں کسی اور کے دخل انداز لوگ انہیں پسند نہیں تھے۔

"تم کہو بات۔"

"اچھا اچھا۔ آپ کریں۔" اماں گڑبڑائیں۔

"دوسرے یہ کہ عمر کے پاس ڈھنگ کی نوکری تو ہے نہیں۔ سارا خرچ محسن بھائی چلا رہے تھے اور وہاں جا کے اگر میں نے ہی نوکری کر کے شوہر کو پالنا ہے تو اس سے بہتر ہے کہ میں شادی ہی نہ کروں۔" وہ منہ بنا کے بولی۔

"وہ نوکری کر رہا ہے۔ آج کل تو کم تنخواہ والی ہے کل زیادہ والی بھی کرے گا۔ بہت محنتی بچہ ہے۔ سی ایس ایس کا امتحان دے رکھا ہے اس نے۔"

ابا کو بھی عمر پسند تھا۔ حالانکہ وہ ایک بار ہی کراچی آیا تھا مگر فون پر ان کا عمر سے رابطہ رہتا تھا۔ سو وہ اس کے خیالات و افکار سے اچھی طرح واقف تھے اور مستقبل کے عزائم سے بھی۔

"ایم سوری ابا! مجھے پھر بھی عمر سے شادی نہیں کرنی۔ مجھے کوئی ویل اسٹیبلش بندہ چاہیے۔ میں بیٹھ کے اچھے فیوچر کا انتظار نہیں کر سکتی۔" ابا نے اس کے صاف گو انداز پر بغور بیٹی کا چہرہ دیکھا۔

"تو وہ کون ہے؟" عافیہ کے چہرے کا رنگ بدلا مگر ارادہ نہیں۔

"جی ابا۔ فیصل ہے۔ اپنا پرپوزل بھیجنا چاہتا ہے"

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

اُطلس جیسے میں

فاخرہ جبیں

قیمت -/400 روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32735021

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

میرے لیے۔" وہ رک رک کے آہستگی سے بولی۔
"تم نے اسے بتایا نہیں کہ تمہاری سالوں پہلے سے بات طے ہے۔" ابا کا لہجہ تیز تھا۔
"وہ بچپن کی بات تھی ابا! اور پھر جب میرے پاس ایک بہترین آپشن موجود ہے فیصل کی صورت میں تو میں عمر کے ساتھ گھٹن بھری زندگی کیوں گزاروں۔"
وہ بھی ان ہی کی اولاد تھی۔ اپنی کہہ کے گزرنے والی۔ صفاچٹ انداز میں بولی۔
"اچھا۔ تو وہ کہاں کا لاٹ صاحب ہے؟ نام پتا تو اس کے ابا دادا کا؟" ابا نے تلخی سے کہا تو عافیہ کے لبوں پر پر تفاخر سے مسکراہٹ کھل گئی۔
"مشہور انڈسٹریلسٹ ہیں مرزا فرحان علی۔ ان کا اکلوتا بیٹا ہے۔"
"تو وہ مرزے۔ ہم ملک۔ ذات برادری سے ہی باہر ہیں وہ تو۔" اماں نے ہاتھ جھاڑے۔ گویا بات ہی ختم۔
"ذات سے باہر ہیں' انسانیت سے نہیں اماں! ہماری طرح کے انسان ہیں وہ بھی۔" عافیہ کو برا لگا۔
"کل کہو اس لونڈے سے اپنے باپ کو لائے ہمارے گھر۔ پھر پتا چلے گا انسانیت کے کس درجے پر ہے وہ۔"
ابا نے قطعی مگر طنزیہ لہجے میں کہا تو عافیہ کا دل دھڑکا۔ مگر اس وقت ہمت کی ضرورت تھی سو وہ بھی ہمت کرکے کہہ ہی گئی۔
"وہ اکیلا آئے گا فی الحال۔ آپ پہلے اس سے مل لیں پھر اس کے باپ سے بھی مل لیجیے گا۔"
ابا نے تیوری چڑھا کر گہری نگاہ اس پر ڈالی۔
"اچھا۔ تو پہلے وہ جائزہ لینے آئے گا ہمارا؟"
"اس نے کون سا گھر داماد رہنا ہے ابا! آپ اس کا عالیشان بنگلہ دیکھیں گے تو دنگ رہ جائیں گے۔ محل لگتا ہے پورا۔" عافیہ کی آنکھیں چمکیں۔
ابا نے طنز سے ہنکارا بھرا۔ پھر قطعیت سے بولے۔
"ٹھیک ہے بلاؤ تو سہی کل اسے۔ مگر ایک بات سن لو۔ اگر میں اس پہلی ملاقات میں اس سے مطمئن نہ ہوا تو تم چپ چاپ بیاہ کر عمر کے ساتھ رخصت ہو جاؤ گی۔"
"مجھے یقین ہے کہ ایسا بھی نہیں ہوگا۔ فیصل سے ملاقات آپ کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کردے گی۔" عافیہ نے از حد یقین سے کہا۔
عافیہ کے جاتے ہی اماں نے آنکھوں پر دوپٹے کا پلو رکھا اور چپکوں چپکوں رونے لگیں۔ ابا نے ناگواری سے انہیں دیکھا۔
"ہائے عاقب کے ابا۔ یہی دن دیکھنا باقی رہ گیا تھا۔ لڑکی اپنے منہ سے اپنا رشتہ بتاتی پھر رہی ہے۔ ناس کھوں آپ سے اتنا نہ ہوا ایک چھڑی مار دیتے اس کے منہ پر۔"
"جاہلوں والی باتیں مت کرو۔ جو پہلے ہی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بے غیرتی سے اپنی پسند کی شادی کا اعلان کررہی ہے اسے اور باغی کر دیتا۔"
"نہ ملک صاحب اس اپنی بیا کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ وہ بے چاری بیمار۔ بہو کے ہاتھوں تنگ۔ اس بے چاری نے تو یہی سوچا کہ دوسرے بیٹے کے لیے بھانجی لے جائے گی تو سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔ وہ بھی چار دن سکون کی زندگی گزارے گی مگر یہاں تو کایا ہی پلٹ دی اس کلموہی عافی نے۔" اماں کے بین جاری ہو چکے تھے۔
"ارے نیک بخت! کل آنے تو دے اس لونڈے کو۔ پتا چل جائے گا کتنے میں کلسو ہوتا ہے۔ ہم بھی تو دیکھیں ایسا کون سا کوہ نور پسند کرلیا اس نے۔"
ابا نے بات لپیٹی۔ مگر اماں کی سوں سوں ان کی تسلی پاکر بھی دیر تک جاری رہی۔

☆ ☆ ☆

"السلام علیکم!" اس کے انداز میں موجود تھکاوٹ نے ماں کے سامنے خوش دلی کا لبادہ اوڑھ لیا۔
"وعلیکم السلام! جیتا رہ میرا بچہ۔" نقاہت ان کی آواز پہ غالب تھی مگر ان کی آنکھوں اور چہرے کی رونق عمر کو دیکھتے ہی لوٹ آئی تھی۔
"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" وہ ان کا ہاتھ تھام کر

حرارت چیک کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔ رات سے انہیں بخار تھا۔
"ٹھیک ہوں اب تو۔" انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا۔
"ٹھیک کہاں ہیں۔ ابھی بھی بخار ہے آپ کو۔" وہ فکر سے بولا۔
"کچھ کھایا پیا بھی ہے آپ نے؟" اسے دفعتاً دھیان آیا۔ وہ صبح جاتے وقت بطور خاص بھابھی سے ان کے لیے کھچڑی یا دلیہ بنانے کا کہہ گیا تھا۔
ان کی نگاہ بے اختیار سائیڈ ٹیبل پر پڑے ڈھکے ہوئے برتنوں کی طرف اٹھ گئی۔ پھر وہ جلدی سے بولیں۔
"ہاں۔ تم بتاؤ۔ تم نے بھی لنچ کیا یا ابھی تک بھوکے ہی ہو؟"
انہوں نے صاف بات پلٹی تھی۔ عمر اٹھ کر دسترخوان اٹھا کر کھانا چیک کرنے لگا۔ قیمہ مٹر کا سالن اور ساتھ میں تندوری روٹی۔ اس نے لب بھینچے۔ پھر وہ تیزی سے باہر کی جانب بڑھا۔ تو وہ برافروختہ سی ہو گئیں۔
"عمر۔ بات تو سنو میری۔"
مگر وہ ان سنا کرتا ہوا سیدھا لاؤنج میں بیٹھی بھابھی کے سر پہ جا کھڑا ہوا۔
"میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ امی کو بخار ہے انہیں کوئی ہلکی پھلکی غذا بنا کے دیجیے گا۔" وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا تو پھر بھی مارے جذبات کے لہجہ تیز ہی تھا۔
بھابھی نے مجبوراً اپنے پسندیدہ ڈرامے سے نظر ہٹا کے اسے ناگواری سے دیکھا۔
"دوپہر میں تو ٹھیک تھا۔ میں نے چیک کیا تھا اور ویسے بھی قیمہ مٹر بنایا تھا میں نے کوئی دال دلیہ نہیں جو تم یوں تفتیش کرنے آگئے ہو۔"
"بیمار آدمی تو قیمہ مٹر نہیں کھا سکتا بھابھی۔ میں نے جو آپ سے کہا تھا کہ انہیں۔" وہ کہنے لگا تھا مگر ——— اس کی بات کاٹ کر وہ غصے سے بولیں۔
"تم کون سا ہمیں کے نوکر لگے ہوئے ہو۔ میں کہہ کیا تھا کہ اتنا ہی خیال تھا تو خود بنا جاتے ماں کے لیے کھانا۔ میں تین بچوں میں الجھی کس کس کو دیکھوں۔ اوپر سے امی صاحب۔ میرا اپنا کھانا کھانے کے بجائے خود چائے بنانے کچن میں پہنچ گئیں۔ لاکے بیچ صحن میں میرے جہیز کا کپ بھی پھوڑا اور چائے بھی پھیلائی۔ بھئی نہیں اتنی ہمت تو بستر پہ پڑی رہیں مگر نہیں۔ میرا آرام تو کسی کو بھاتا ہی نہیں۔"
بھابھی کے واویلے۔ ان کی بے کار کی خود ترسی۔
عمر نے دانتوں پر دانت جمائے۔ ایک ہولا تیں سن کے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ماں نے دن کس کسمپرسی کے عالم میں گزارا ہوگا۔ وہ یونہی سلگتا ہوا واپس آگیا۔
"کیوں گئے تم باہر۔ میں نے کہا بھی ہے اس کے منہ مت لگا کرو۔" امی کی آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔
"ایسی کی تیسی ان کی۔ پہلے یہ آپ کا گھر ہے پھر ان کا۔" جوتے اتارتے ہوئے تلخی سے کہتا وہ سلیپر پاؤں میں اڑستا واش روم میں گیا اور ہاتھ منہ دھو کے جلدی ہی باہر نکل آیا۔
"آپ نے ہی انہیں سر پہ چڑھا رکھا ہے امی! لوگوں کو دیکھیں ذرا کیسے بہوؤں کو کھینچ کے رکھتے ہیں۔" تولیے سے ہاتھ منہ صاف کرتا وہ سنجیدگی سے بولا۔
"اچھا بس اب۔ سن لے گی تو عثمان تک بات پہنچائے گی۔" امی نے دبے لفظوں کہا۔
"کہنے دیں انہیں اور عثمان آپ کا بیٹا ہے جانتا نہیں کہ اس کی ماں کس طبیعت کی ہے۔" عمر کو غصہ آیا۔
"اب وہ بھی تو اس کے بچوں کی ماں ہے نا بیٹا۔" وہ بے بسی سے بولیں۔
"بچوں کی ماں ہے۔ اس کی تو ماں نہیں ہے نا۔" عمر نے تیوری چڑھائی۔
"اچھا بس اب۔ بات ختم کرو۔ کھانا گرم کرکے

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

آلوں تمہارے لیے؟" انہوں نے بات بدلی۔

"آپ بیٹھیں۔ میں خود گرم کرلوں گی۔ بلکہ آپ کے لیے بھی کچھ لاتا ہوں۔" وہ اٹھ کے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹرے میں اپنا کھانا اور ان کے لیے چائے بسکٹ لے آیا۔

"بس۔ اب تو ایک ہی حسرت ہے 'جلدی سے عافیہ کو بیاہ کے لے آؤں۔ پھر میرے بھی سکھ کے دن آئیں۔" امی نے چائے میں بسکٹ ڈبوتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھری۔ عمر کے ہونٹوں پر اس ذکر سے مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایک بہو بھگت رہی ہیں اس سے دل نہیں بھرا آپ کا۔ ایک اور لانے چلی ہیں۔"

"ارے میری ماں جائی کی اولاد ہے۔ میرا درد محسوس کرے گی۔ سر آنکھوں پہ بٹھا کے رکھے گی۔ دیکھا نہیں جب یہاں آئی تھی تو کتنا خوش تھی تمہارے ساتھ اور میری بھی کتنی چاہت کرتی تھی۔" امی کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

"وہ تو ہے۔ مگر سوہن کر لڑکیاں بہت بدل جاتی ہیں شاید۔" عمر نے اپنا خیال پیش کرتے ہوئے نوالہ منہ میں رکھا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تمہاری خالہ فاطمہ سے بات کی ہے میں نے۔ جلد ہی کوئی مثبت جواب دے گی وہ۔ بھائی جان تو ویسے ہی تمہیں بہت پسند کرتے ہیں۔" عمر کو بھی یہ ذکر اچھا لگ رہا تھا۔

عافیہ دو سال پہلے پنجاب آئی تھی اور ان کے ہاں مہینہ بھر رہ کے گئی تھی۔ کھلے ڈلے ماحول کی پروردہ عافیہ نے دنوں میں عمر سے بے تکلفی قائم کرلی۔ ہنسی مذاق ہلا گلا۔ کچھ بچپن سے طے شدہ رشتے کا بھی احساس تھا۔ عافیہ کو عمر کی پرسنالٹی اچھی لگی۔ عافیہ کی طبیعت میں چھا جانے کا عنصر زیادہ تھا۔ اس کے برعکس عمر کی طبیعت دھیمی اور مقابل کا مان رکھنے والی تھی۔ اس وجہ سے وہ عافیہ سے کچھ دبتا محسوس ہوتا تھا۔ بہرحال عمر کی یہ کوالٹی عافیہ کو بہت پسند آئی۔ اور وہ اسے مستقبل کے کھلے اشارے دیتی واپس کراچی گئی تھی۔

"ہفتہ بھر میں رزلٹ آنے والا ہے امی۔ دعا کیجیے گا بہت اچھی پوزیشن آئے۔ پیپرز تو بہت شاندار ہوئے تھے۔" عمر نے امید سے کہا۔

"کیوں نہیں میرے بچے۔ ان شاء اللہ بہت اچھا رزلٹ آئے گا بالکل تمہارے گمان کے مطابق۔"

امی نے فوراً" دعا کی تو وہ مسکرا کر کھانا ختم کرنے لگا۔

☆ ☆ ☆

آج فیصل کو ابا سے ملنے آنا تھا۔ وہ آیا اور ابا کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بند ہو کے بیٹھ گیا۔ باہر عافیہ کے دل کو گویا ہول لگ گئے۔ چائے بھی عاقب کے ہاتھ منگوائی گئی۔ ایک گھنٹے کی میٹنگ کے بعد فیصل کو ڈرائنگ روم کے بیرونی دروازے سے ہی خدا حافظ کہہ دیا گیا۔ اماں تک کو ملاقات نہ کرنے دی گئی۔

ابا باہر آئے تو سنجیدہ تھے۔ چہرے سے کچھ بھی اندازہ لگانا ممکن نہ تھا۔ صحن میں بچھی کرسیوں کی طرف آئے تو اماں کے ساتھ ساتھ عافیہ بھی ادھر ہی آ بیٹھی۔ اسے امید تھی کہ جس طرح فیصل نے اسے متاثر کیا تھا ویسے ہی ابا بھی اس سے متاثر ہوئے ہوں گے۔

"کیا بنا ملک صاحب 'کیسا تھا لڑکا؟" اماں کے اشارے پر بھی وہ اٹھ کے نہ گئی بیٹھی رہی تو انہیں اس کے سامنے ہی پوچھنا پڑا۔

"ذلیل۔ مکمل ذلیل۔" مختصر بے لاگ تبصرہ عافیہ پر بجلی سی گرا گیا۔

"کیا مطلب ہے ابا اس بات کا؟" وہ تڑپ ہی تو اٹھی۔

"ہونہہ! گاڑی لے کے رعب جمانے آگیا۔ اپنے باپ کی دولت کا گھمنڈ۔"

"صاحب جائیداد ہے وہ اتنا عالی شان بنگلہ ـــ" عافیہ احتجاجاً" بولی۔ مگر وہ تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئے۔

"سب کچھ اس کے باپ کا ہے۔ صرف ایک گاڑی لے کے دی ہوئی ہے اس نے بیٹے کو پیٹرول پھونکنے کے لیے۔ سب پوچھا ہے میں نے۔ فارغ گھومتا پھرتا ہے۔"

"تو کام کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے ابا۔"

"کیوں۔ ساری عمر باپ کے ٹکڑوں پر پڑا رہے گا؟" ابا غرائے۔

"سارے بزنس کا اکلوتا وارث ہے وہ۔ باپ کے لاڈ پیار کی وجہ سے دھیان نہیں دیتا کام کاج کی طرف۔" عافیہ نے فیصل کی حمایت کی۔

"بہرحال میرے تو کسی بھی سوال کا خاطر خواہ جواب نہیں دیا اس نے۔ میں بالکل بھی مطمئن نہیں ہوں اس لڑکے سے۔"

ابا نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ عافیہ مرنے والی ہوگئی۔

"کیا بات کیسی ابا! وہ کوئی سڑک چھاپ آدمی نہیں ہے۔ فارغ بیٹھ کے بھی کھائے تو دولت ختم نہ ہو ان کی۔"

"بہرحال۔ میں تمہیں وہ فیصلہ سنا رہا ہوں۔ جو اٹل ہے اور آخری۔" ابا نے اونچی آواز میں کہا تو ان کے ڈھنگ لہجے نے عافیہ جیسی بدلحاظ لڑکی کا دل بھی دہلا دیا۔

"صرف تمہاری خوشی کی خاطر میں اس لڑکے سے تمہاری شادی کرنے کو تیار ہوں۔" ابا کے منہ سے گویا پھول جھڑے۔ عافیہ نے جھٹکا کھا کر ان کی طرف دیکھا۔

"میری صرف اور صرف ایک شرط ہے۔" وہ بے حد سرد و سپاٹ لہجے میں بولے۔

"جی ابا۔" وہ مؤدب ہوئی۔ مگر اندر سے سخت بے قرار۔

"اس سے کہو اپنے ماں باپ کو لے کے آئے۔ وہ باقاعدہ تمہارا رشتہ دیں۔ جیسے شریفوں کا طور طریقہ ہے۔" ابا کا انداز قطعی تھا۔ عافیہ گڑبڑا گئی۔

ایک یہیں پہ تو فیصل کا کیس کمزور پڑتا تھا اور ابا نے بھی اسی پوائنٹ پہ ہاتھ مارا تھا۔

"ابا۔ میں بات کروں گی اس سے۔ لیکن اس کی کچھ گھریلو مجبوریاں ہیں۔" عافیہ نے کہا۔

"بتایا ہے اس نے مجھے۔ چچا کی بیٹی منگیتر ہے اس کی۔ ابھی سے اپنے ماں باپ کو لائن پہ لگائے گا تو ہی اس گھر میں تمہاری جگہ بنے گی۔ ورنہ تو تمہیں کوئی پوچھے گا بھی نہیں وہاں اس عالی شان محل میں۔" ابا نے طنز کیا۔

بات تو ان کی سو فیصد درست تھی۔ مگر فیصل کے والدین تو کبھی مر کے بھی عافیہ کا رشتہ مانگنے نہ آتے۔ یہ بات فیصل نے اسے شروع میں ہی بتا دی تھی۔

"میں پھر بات کروں گی اس سے۔ شاید کوئی راستہ نکل ہی آئے۔" عافیہ بجھ سی گئی۔ ابا نے انگلی اٹھا کر اسے متنبہ کیا۔

"یاد رکھنا عافی! میں نے اپنی غیرت کو سلا کے تمہاری اتنی ضد مانی ہے۔ لیکن اگر وہ لوگ رشتہ مانگنے نہ آئے تو اس سے بڑھ کے کوئی بات نہ کرنا۔ میں تمہیں کسی چور دروازے سے ان کے بنگلے میں داخل ہونے کی اجازت بھی نہیں دوں گا۔"

ابا کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔ عافیہ نے نظر جھکا لی۔

"جی ابا۔" آہستگی سے کہا۔ مگر اندر تو طوفانی اتھل پتھل مچی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ آفس سے نکلی تو پروگرام کے مطابق وہ گاڑی لیے موجود تھا۔ عافیہ فرنٹ سیٹ پہ آ بیٹھی۔

"کسی پارک میں لے چلو۔ سکون سے بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔" وہ ست سی تھی۔

"خیریت تو ہے نا۔ تمہارے ابا نے مجھے ریجیکٹ تو نہیں کردیا ہے۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ خوش دلی سے پوچھنے لگا۔

"شاید۔ تمہیں کیسے پتا چلا؟" عافیہ نے ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"جیسے وہ طارق عزیز سے سوال پوچھ رہے تھے۔ اسی سے مجھے لگ رہا تھا کہ دل سے وہ اس رشتے پر راضی نہیں ہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔ پھر پارک آنے تک وہ دونوں خاموش ہی رہے۔ پُر رونق پارک میں قدرے سائیڈ پر وہ دونوں چلتے ہوئے ایک بینچ پر آ بیٹھے۔

"اب بتاؤ تفصیل سے۔ کیا ارشاد فرمایا تمہارے ابا نے؟" فیصل کے انداز سے کوئی پریشانی ظاہر نہ تھی۔

"ابا اس رشتے پر راضی ہیں۔" عافیہ نے کہتے ہوئے رک کر فیصل کو دیکھا جس کے چہرے پر حیرت پھیلی تھی۔ پھر گہری سانس بھر کے بولی۔ "اگر رشتہ لے کر تمہارے والدین آئیں تو۔"

"اور یہی ایک کام ہو نہیں سکتا۔"

"تم میرے ابا کو نہیں جانتے فیصل! ان کا اس رشتے کے لیے راضی ہو جانا ہی کسی معجزے سے کم نہیں۔"

"اور تم میرے باپ کو نہیں جانتیں۔ میرے تمہارے افیئر کا علم ہوتے ہی وہ اپنی بھتیجی سے میرا نکاح پڑھوا دیں گے۔"

فیصل نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں جواب دیا۔

"تم ان کے اکلوتے بیٹے ہو فیصل۔ ذرا بلیک میل کرو گے تو انہیں ماننا ہی پڑے گا۔" عافیہ نے اپنی سی کوشش کی۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو مجھے کیا شوق ہے۔ خواری کا یا گھٹیا کے لوگوں کی باتیں سننے کا۔" وہ بھڑک اٹھا۔ تو عافیہ دھیمی پڑ گئی۔ پھر وہ بھی خود کو کمپوز کرتے ہوئے قدرے نرمی سے بولا۔

"یہ خاندانی جائیداد اور بزنس کے معاملے ہیں جان! تم نہیں سمجھو گی۔ میری اور شبانہ کی شادی کی صورت میں شبانہ کے حصے کی جائیداد اور بزنس شیئرز ہمیں ملیں گے۔ یہ بات تو طے شدہ ہے۔ اب تم سے تو فقط محبت کے مارے شادی کر رہا ہوں۔ ورنہ کیا حاصل ہو رہا ہے مجھے جو تمہارے ابا اتنی شرطیں رکھ رہے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے فیصل! لیکن اب کیا ہو گا۔ ابا نے تمہارا رشتہ قبول کرنے کی یہی ایک شرط رکھی ہے۔" عافیہ بے بسی سے بولی۔ پر آسائش زندگی کا خواب دور جاتا محسوس ہوا تھا۔

"شادی میں نے تم سے کرنی ہے جان من۔ تمہارے ابا سے نہیں۔ ان کے راضی ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ بے نیازی سے بولا۔ تو عافیہ نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"کیا کچھ غلط کہا میں نے؟"

"مگر ابا کی رضامندی کے بغیر۔ شادی کیسے ہو گی؟"

"شادی کے لیے ابا کا نہیں، بلکہ دولہا اور دلہن کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔"

وہ اطمینان سے کہتا اس کے باغی ذہن کو نئی سوچ کی باگ تھما رہا تھا۔ عافیہ گم صم سی تھی۔

✿ ✿ ✿

عافیہ نے ابا کو صاف لفظوں میں بتا دیا کہ فیصل کے گھر والے اس رشتے پر کسی طور پر راضی نہیں ہیں۔ اس لیے انہیں فی الحال فیصل ہی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ مگر ابا متاثر کیا ہوتے انہوں نے سنا تھا ہی جھاڑ دیے۔

"فاطمہ۔ فون کرو اپنی آپا کو اور شادی کی تاریخ طے کر لو۔"

"لیں۔" عافیہ سکتے میں آ گئی۔ جبکہ اماں کے تو دل کی کلی ہی کھل اٹھی۔ بس سے گیا وعدہ نبھانے کا وقت قریب آ گیا تھا۔

"میں نے کہا ملک صاحب! اچھا شگن ہے۔ عافی کے ساتھ ساتھ عاقب کو بھی نپٹا دیں۔ گھر کی بچی ہے زینب گھر ہی میں کھپ جائے گی۔" اماں بے حد خوش تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ سوچتے ہیں اس کا بھی کچھ۔" ابا نے پرمٹ جاری کر دیا۔ کچن میں کھڑی زینب تو خوشی کے مارے گنگ ہی ہو گئی۔

عاقب سے شادی ہو جانے کا مطلب تھا۔ اس گھر میں ایک معتبر حیثیت ملنا اور یہ کلموہی عافیہ بھی بیاہ کے دور دفع ہو جائے گی۔ خوش قسمتی آزادی کا خیال ہی اس کے روم روم میں خوشی دوڑانے کو کافی تھا۔

✿ ✿ ✿

عثمان کا فون آیا تو وہ الجھا ہوا تھا۔

"امی۔ کیا جلدی ہے آپ کو عمر کی شادی کی۔ اسے کوئی ڈھنگ کی نوکری تو کر لینے دیں۔ ایک اور ذمہ داری ڈال رہی ہیں اس پر۔ جو نبھانے کے ابھی وہ قابل بھی نہیں ہوا۔" اس کے منہ میں یقیناً "بیوی کی زبان تھی۔

"تم بے فکر رہو۔ اللہ کے فضل اور عافیہ کے نیک نصیب سے امتحان میں بہترین نمبروں سے کامیاب ہوا ہے وہ۔ بڑی اعلا نوکری لگے گی اب اس کی۔" امی بے حد خوش تھیں۔

کل ہی فاطمہ نے فون کر کے اگلے ماہ شادی کی تاریخ دی تھی۔

"پھر بھی امی۔ ذرا سوچ سمجھ لیں۔ عمر اس کی ذمہ داری اٹھائے گا؟" وہ دبے لفظوں میں جو انہیں سمجھانا چاہ رہا تھا۔ وہ ایک دم سے ان کے ذہن میں کلک ہوا۔

"تم بے فکر رہو بیٹا۔ ساری ذمہ داری وہ خود ہی اٹھائے گا اور اپنی شادی کا خرچ بھی ان شاء اللہ۔" ان کا لہجہ بھیگ سا گیا۔ ایک ہی روٹی پر پلنے والے کیسے اپنے رزق جدا کر لیتے ہیں۔

"چلیں ٹھیک ہے پھر تو جیسا وہ مناسب سمجھے۔ میرا تو آپ کو پتا ہی ہے۔ ڈھنگ کی نوکری نہیں مل رہی۔ بمشکل ہی گزارا۔" وہ اپنا رونا رونے لگا۔

"خدا بہتر کرے گا بیٹا۔" ماں کے دل نے خیر ہی کی دعا دی۔ وہ خوش تھیں۔

اور عمر مطمئن۔ اس گھر میں آنے والی یقیناً "اس کی ماں کو بہت سکھ اور عزت دینے والی تھی۔

✿ ✿ ✿

"خدا کے لیے کسی طریقے سے اپنے ابو کو راضی کرو فیصل۔ بلکہ اپنی امی کو۔ مائیں تو سدا کی رحم دل ہوتی ہیں۔ وہ یقیناً "تمہارا ساتھ دیں گی۔" عافیہ نے شادی کی تاریخ طے ہونے والی بات فیصل کو بتاتے ہوئے التجا تک کر ڈالی۔

"یہ فضول کی بحث ہے یار! نہ حاصل نہ وصول۔ ہمارے گھر میں فقط ابو کا فیصلہ چلتا ہے اور بس۔" فیصل اکتا کر بولا۔

"تو پھر۔ بیٹھ کے شادی کا دن آنے کا انتظار کروں؟" عافیہ کو غصہ آیا۔ لنچ ٹائم میں وہ اس کے ساتھ چھوٹے سے ریسٹورنٹ کے کیبن میں موجود تھی۔

"ہاں۔ انتظار کرو۔ اپنی اور میری شادی کے دن تک۔" وہ شوخی سے بولا۔

"تم بس گاڑی کی اڑتی دھول دیکھتے رہ جانا اور ابا مجھے عمر کے ساتھ رخصت کر دیں گے۔" عافیہ نے جل کر کہا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا۔ تم لکھ رکھو۔ رخصت تو تم میرے ساتھ ہی ہو گی۔" وہ حد درجہ مطمئن تھا۔ عافیہ کا دل اس کے تیقن بھرے لہجے پر ٹھہرنے لگا۔ شاید تب تک اس کے والدین راضی ہو جائیں۔

"اگر تم عین شادی والے دن بھی اپنے گھر والوں کو راضی کر کے لے آئے تو میں تمہارے ساتھ چل پڑوں گی فیصل۔" وہ جذباتی ہو کر بولی۔

"ڈونٹ وری جان۔ تم شادی کی اچھی سی تیاری کرو بس۔ زیور کپڑے خوب دل لگا کے خریدو۔ تاکہ گھر والے تمہاری طرف سے مطمئن رہیں۔ میری جان! یاد رکھو۔ آخری چال ہماری ہی ہو گی۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کے یقین سے بولا اور اس کا ہاتھ لبوں سے لگا لیا۔

خوب صورت سی مسکراہٹ عافیہ کے لبوں پر پھیل گئی۔

✿ ✿ ✿

زینب کا موڈ صبح سے خراب تھا۔ جب سے عافیہ نے اس کے پیروں سے اپنی گلابی اور سیاہ دو پٹی چپل اتروائی تھی۔

"کمبخت مہندی۔ اللہ کرے۔ مر جائے موئے کے پیروں والیس پہننے والی۔"

اس نے کتنی ہی دفعہ آنسو پونچھے تھے۔

"ہائے۔۔۔ کتنی اچھی لگ رہی تھی۔ میرے گورے گورے پیروں میں۔" اس نے حسرت سے سوچا۔

چپل خاصی مہنگی تھی۔ مگر اس کی پٹی ڈھیلی پڑ گئی تو عافیہ نے یوں ہی الماری کے خانے میں ڈال دی۔ نئی جوتیوں نے اسے اس چپل کی یاد بھی بھلا دی۔ دو دن پہلے اس نے زینب سے الماری صاف کروائی تو وہ چپل شاید بطور مزدوری عنایت کر دی۔ زینی تو اسی پر خوش ہو گئی۔ فوراً" ہی محلے کے بچے کو بھیج کر جوتی سلائی کروائی اور پہن لی۔ مگر اس کا شوق دو دن ہی پورا ہوا' تیسرے دن عافیہ کی نظر اس کے پیروں پر پڑی تو اسے خیال آیا کہ اچھی خاصی خوب صورت چپل تھی۔ جب زینب کے پیروں پر اتنی اٹھ رہی ہے تو یقیناً" اس کے پیروں میں بھی اتنی ہی خوب صورت لگتی ہو گی۔ اس نے فوراً" ہی حکم صادر کیا کہ یہ چپل اتار کے الماری میں رکھ آؤ۔ زینب کا دل حسب عادت ٹوٹ پھوٹ گیا۔

"مجھے تو بس ہر کوئی اپنا مطلب نکالنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ زینی یہ کرو' زینی وہ کرو۔ اس کے بعد کون زینی' کہاں کی زینی۔"

وہ سخت برگشتہ و آزردہ تھی۔

☆ ☆ ☆

عافیہ نے دل اور جیب کھول کر اپنے لیے زیور اور کپڑے خریدے تھے۔

"اپنی سیونگز کو ہاتھ بھی مت لگانا۔ اکلوتی بیٹی ہو۔ باپ کے پیسے سے ہر شے بناؤ۔" فیصل نے مشورہ دیا۔ پھر وضاحت بھی کر دی۔

"کل کو جانے کیسے حالات ہوں۔ کچھ عرصہ اگر مشکل کاٹنی پڑی تو کچھ میرا بینک بیلنس اور کچھ تمہاری سیونگز سے کام چل جائے گا۔"

"یہ تو تم نے بالکل ٹھیک کہا اور ویسے بھی میرا خرچا نکال کے میری ساری تنخواہ بینک میں ہی جاتی ہے۔ ابا تو میری تنخواہ کا ایک روپیہ تک لینا حرام سمجھتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"تو وہ۔۔۔ یعنی کہ خاصی تگڑی آسامی ہو۔" وہ ہنسا۔ تو عافیہ اترائی۔

"اور کیا۔"

☆ ☆ ☆

فیصل کی لاپروائی پر عافیہ پریشان تو بہت تھی۔ مگر وہ معاملے کو اتنے ہلکے انداز میں لے رہا تھا کہ وہ بھی بہل جاتی۔ شادی میں محض ایک ہفتہ باقی رہ گیا تھا۔

لڑکے والے مہندی سے ایک روز پہلے کراچی آتے اور وہ دن یہاں رہ کر دلہن لے کر جاتے۔ یہ پروگرام طے تھا۔ جب فیصل نے فون پر بڑے جوش سے اسے بتایا۔

"مبارک ہو عافی! امی' ابو کو راضی کر ہی لیا میں نے۔ وہ میرا پروپوزل لے کر آنے کو تیار ہیں۔"

"واقعی۔۔۔" وہ خوش ہو گئی۔

"ہاں۔ تم بتاؤ۔۔۔ آج۔ ابھی۔ شام کے کس وقت آؤں انہیں لے کر؟" وہ محبت سے پوچھ رہا تھا۔

"میں ابا کو بتاتی ہوں۔ وہی طے کریں گے۔ یہ شرط بھی تو انہوں نے ہی رکھی تھی۔" وہ فرط مسرت سے بولی۔

اس کم عقل کو ذرہ برابر بھی احساس نہ تھا کہ اس کی شادی طے ہو چکی ہے اور محض ایک ہفتے بعد بارات آنے والی ہے۔ اس نے جا کر پہلے اپنے تئیں یہ خوش خبری اماں کو سنائی۔

"ہائیں۔۔۔" وہ کھلے منہ اور پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔ "کیا کہہ رہی ہے کم بخت۔"

"جب۔۔۔ اف۔۔۔ ابا نے ہی تو کہا تھا کہ فیصل کے گھر والے اگر رشتہ لے آئے تو وہ میری اور فیصل کی شادی ہو جانے دیں گے۔ مبارک ہو اماں' فیصل کے ماں باپ مان گئے۔" وہ تو جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔

اماں کو تو غش کر ہوش آیا۔ اسے جوتے رسید کیے۔

"ارے حرام خور' بے غیرت' کیسی گھومتی ہے تو۔ اری لاج نہ آئی تجھے شادی سے پانچ دن پہلے دوسرا رشتہ لاتے بے حیا' باپ کو پتا چلا تو گدی سے زبان کھینچ لے گا تیری۔" اماں ایسا چیخیں کہ حلق میں خراشیں پڑ گئیں۔ کھانسی شروع ہو گئی۔ زینب بھاگ کے پانی لائی اور گلاس ان کے منہ سے لگایا۔ ان کی آواز ابا کو ڈرائنگ روم میں سے باہر کھینچ لائی۔

"کیا تماشا لگا رکھا ہے یہاں۔" وہ غصے میں تھے۔

"چار لوگ آئے بیٹھے ہیں اور تم نے یہاں اپنا ڈیک چلا دیا۔"

"مجھ سے کیا پوچھتے ہیں عاقب کے ابا اس بدذات سے پوچھیں۔ جس کے کچھن شریفوں والے نہیں رہے۔" وہ دوپٹے میں منہ دیے ہچک ہچک کر رو دیں۔

وہ حیرت سے عافیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کے تاثرات کی خود سری اور ماتھے کی تیوری انہیں صاف محسوس ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا؟"

"اماں کی تو عادت ہے۔ چھوٹی سی بات کو کھینچ کے بتنگڑ بنا لیتی ہیں۔ میں نے تو صرف اتنا ہی بتایا ہے کہ فیصل کے امی' ابو مان گئے ہیں اور وہ شام کو انہیں میرا رشتہ لے کر لا رہا ہے۔"

ابا پر بھی لمحہ بھر کو سکتہ سا طاری ہوا۔ اس کے بعد تو انہوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ' عافیہ کی چٹیا پکڑ لی۔

"خبردار۔۔۔ خبردار جو میری عزت کا جنازہ نکالنے والی بات منہ سے نکالی ہو تو۔" وہ جیسے انتہائی خونخوار لہجے میں غرائے تھے۔ "زندہ گاڑ دوں گا اگر اب جو تمہارے منہ سے فیصل کا نام سنا تو۔ یہاں آیا تو ماں' باپ سمیت کفن میں واپس جائے گا' کہہ دیتا ہوں۔" ایک جھٹکے سے اسے پرے دھکیل کر وہ تن فن کرتے واپس چلے گئے۔

عافیہ کے لیے ابا کا رویہ کھلی دھوکے بازی تھا۔ وہ [illegible] جا کر اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

لاڈ پیار میں پلی اکلوتی بیٹی نوکری کر کے خود سر و خود مختار ہو چکی تھی اور خود غرضی تو اس کی فطرت تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی جو سب سے پہلے اپنے بارے میں سوچتے ہیں۔ اس سے پہلے سب اس کی ناراضی کو اہمیت دیتے تھے۔ مگر اس بار تو اس کی ضد اور جرم اس قدر کڑا تھا کہ کسی نے بھی اس کے گوشہ نشین ہونے یا بھوک ہڑتال کرنے کا نوٹس نہ لیا تھا۔ فقط زینی ہی تھی جو اس کے لیے چائے پانی یا کھانا لے جاتی۔

"دفع ہو جاؤ۔ کیوں بار بار آ جاتی ہو یہ سب لے کر۔" عافیہ نے غصے سے ٹرے کو پرے دھکیلا۔ مگر ان دنوں زینب کا موڈ اس قدر خوش گوار تھا کہ اسے اب عافیہ بے چاری سی لگنے لگی تھی۔

"کیا کرتی ہیں عافی جی۔ شادی ہو رہی ہے آپ کی۔ یوں بھوک ہڑتال کرتی رہیں تو چہرے کی رونق ختم ہو جائے گی۔ روپ نہیں آئے گا دلہن بن کے۔" وہ مسکرائی۔ چمپئی رنگت اور براؤن کنچوں جیسی شفاف آنکھیں۔ عافیہ جی بھر کے جل بھن گئی۔

"اتنے اچھے تو ہیں عمر بھائی۔ آپ کے کمپیوٹر میں ڈھیروں تصویریں ہیں ان کی۔" اس کی خاموشی نے زینی کی ہمت بندھائی۔

"تو تم لے لو اتنا اچھا ہے تو۔" وہ غرا کر بولی تو زینی سہم سی گئی۔

"تمہارا تو رنگ روپ ماند نہیں پڑتا۔ تم کر لو یہ شادی۔" عافیہ کی تو زبان کے آگے کھائی تھی۔

"نہ جی۔ توبہ میں ایسا کیسے۔ آپ کی مہندی والے روز میرا اور عاقب کا نکاح ہے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔ تو بات کے آخر میں رنگت میں سرخی اترنے لگی۔

"تو جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔ جھگڑا ڈالو جا کے۔ تمہاری کون سا زندگی برباد ہو رہی ہے' میری طرح۔" عافیہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

نے غصے سے کہا تو زینی کا دل برا پڑنے لگا۔ عافیہ کسی کی خوشی میں تب ہی خوش ہوتی۔ جب خود وہ خوش ہوتی تھی۔

"مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ چڑیل کے مسکن میں۔"

وہ ٹرے اٹھا کے بددلی سے پلٹ گئی۔

☆ ☆ ☆

عافیہ کی خاموشی نے اماں ابا کو اس کی طرف سے خاصا لاپروا کر دیا تھا۔ ویسے بھی آج شام عمر کے گھر والے آجانے والے تھے۔ کل مایوں مہندی پرسوں بارات کے بعد وہ دلہن لے کے پنجاب نکل جاتے۔ عاقب نے اسے ڈھولک پہ آئی خواتین کے لیے چائے بناتے ہوئے کچن میں جالیا۔

"کہاں میری دلہن یہاں چھپی بیٹھی ہے۔" وہ ایک دم سے بولا تو چھلنی میں چائے چھانتا اس کا ہاتھ لرزا۔ گرم گرم چائے گر کر اس کے پاؤں کو جلا گئی تھی۔

"اف۔" اس کے جملے کا مزہ کیا خاک لیتی۔ پاؤں لال سرخ ہو گیا۔

"سوری۔ سوری۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ چائے ڈال رہی ہو۔" عاقب نے فوراً کان پکڑے۔

وہ خاموشی سے پلٹ کے ٹرے اٹھانے لگی۔

"ارے واہ بڑا غرور ہے زینی محترمہ کو۔ میں بات کرنے کو مرا جا رہا ہوں اور تمہیں پروا ہی نہیں۔" وہ خفا ہونے لگا۔

زینی نے مسکراہٹ دبائی۔ دل روئی کے گالے کی طرح ہلکا پھلکا ہو رہا تھا۔ اس دن کے تو وہ خواب بنا کرتی تھی۔

"وہاں چائے کا انتظار ہو رہا ہے۔" باریک سی گوٹی سے سجا لیمن کلر کا سوٹ اس پر کھل رہا تھا۔ عاقب نے آج سے پہلے اسے ہمیشہ گھر کی مرغی سمجھا تھا جو دال برابر ہوا کرتی ہے۔ مگر آج اسے احساس ہوا کہ کون سا ہیرا اس کی آغوش میں گرنے والا ہے۔

"کل ہمارا نکاح ہے زینی۔"

وہ جذباتی ہونے لگا۔ آگے بڑھ کے اس کے دونوں شانوں کو جکڑا۔ زینی کے جذبات میں بھی تلاطم مچا۔ مگر اس نے بڑے حوصلے سے نگاہ اٹھا کے عاقب کو دیکھا۔

اونچا لمبا گندمی رنگت اور اچھے نقوش والا عاقب اس کا خواب تھا یا شاید اپنی حیثیت بدلنے کے لیے استعمال کیے جانے والا ذریعہ۔

"زینی۔"

عاقب کی نگاہ کے ساتھ ساتھ آواز میں بھی خمار سا اترا۔ زینی نے بہ سرعت اس کے ہاتھوں کو اپنے شانوں سے پرے کیا۔

"ہوش میں رہو۔" اس کا تنبیہی جملہ ابھی منہ میں ہی تھا کہ اس نے عاقب کے پیچھے عافیہ کو دیکھا۔

"یہاں کون سی فلم کی ریکارڈنگ چل رہی ہے؟" اس کا طنزیہ لہجہ اچانک ہی گونجا۔ عاقب کے جذبات ہوا ہو گئے۔

"وہ پانی پینے آیا تھا میں۔" کھسیا کر کہتا بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ باہر چلا گیا۔ زینب مڑ کر ٹرے اٹھانے لگی۔

"دونوں آوارہ ہو تم بھی۔" عافیہ کا کڑوا لہجہ اس کے اعصاب پہ چابک کی طرح برسا۔

"میں نے کیا کیا ہے۔ وہ خود آیا تھا یہاں۔ میں تو چائے بنا رہی تھی۔" زینی روہانسی ہونے لگی۔

"ارے چل۔ بچو اس تو اس کے سامنے کر جو تجھے جانتا نہ ہو۔ کیسے ابھی سے انگلی پہ نچا رہی ہے اسے اشاروں اشاروں میں یہاں لے آئی۔ پہلے بھی پتا نہیں کیا کیا گل چھرے اڑا چکی ہو گی۔ ہم تو جبھی اعتبار کے بندے ہیں۔ کبھی غور ہی نہیں کیا۔"

عافیہ کی ذہنی گراوٹ کی تو کوئی حد ہی نہ تھی۔ زینب بجلی بن کے گری ایسے گھٹیا الزامات۔

اسی وقت لڑکے والوں کے آنے کا شور مچ گیا تو عافیہ اسے تیکھی نگاہوں سے دیکھتی کچن سے نکل گئی۔

زینب نے وحشت زدہ آنکھوں کو بے دردی سے ہتھیلیوں سے رگڑ ڈالا۔

دل یک لخت ہی بوجھل سا ہو کر جیسے دھوئیں سے بھر گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

عمر کی فیملی کے ساتھ خاندان کی چند خواتین اور مرد بارات کے طور پہ آئے تھے۔ رات سکون کے ساتھ گزری۔ اوپری منزل پر سب کے زمینی بستر لگا دیے گئے تھے۔ تین کمروں میں پندرہ لوگ آسانی سے سو گئے البتہ عمر کو عاقب کے ساتھ کمرہ شیئر کرنا تھا۔ عمر نے گرم جوشی سے اسے ہونے والے نکاح کی مبارک باد دی۔

صبح ناشتے کے لیے اکیلی زینی ہی کچن میں جتی ہوئی تھی۔ اماں کو عافیہ کی سستی اور بدحواسی بری طرح کھلی۔

"ارے عافی کو جگاؤ۔ تمہارا ہاتھ بٹا دے کچھ۔" انہوں نے زینی کو پکارا۔

"رہنے دیں نا اماں! دلہن ہے وہ کام کرتی اچھی لگے گی بھلا۔" زینی نے بجھے دل کے ساتھ مسکرا کر کہا تو وہ تلملائیں۔

"تمہاری بھی تو شادی ہو رہی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ تخت نشین ہو کر بیٹھ جائے۔"

آپا کے سامنے عافیہ کی بدحواسی انہیں بالکل بھی نہیں بھا رہی تھی۔ اتنے سارے مہمانوں کو بھلا اکیلی زینب کیا سنبھال پاتی۔ عمر کی بھابھی صاعقہ کے ہاتھ بھی طنز کا موقع لگا۔

"بھئی ہم تو مہمان ہیں یہاں ورنہ خود ہی اٹھ کے سب نمٹا لیتے۔ اب کون دلہن پہ دیکھتا ہے اور پھر گھر آئے مہمانوں کی خاطر داری۔" تب اماں کو اچھا ہی پڑا سو وہ کڑے تیور لے کے عافیہ کے کمرے میں گئیں۔

"اس قدر بے حیا اور ڈھیٹ لڑکی ہے یہ۔ رات ایک بار شکل دکھا کے دوبارہ پلٹی نہیں خالہ کی طرف۔ ہونے والی ساس ہے۔ اتنا بھی لحاظ نہیں کیا کمبخت نے۔"

وہ دروازہ دھکیلتی اندر آئیں تو بستر خالی پا کر دل مطمئن ہوا۔ عافیہ اٹھ گئی تھی۔ وہ بیڈ پہ بیٹھ گئیں۔ وہ یقیناً واش روم میں تھی۔ وہ بڑبڑائیں۔

"شکر ہے اسے بھی عقل آئی کچھ۔" وہ اس کی گوشمالی کرنے کے خیال سے وہیں بیٹھی رہیں۔ تب ہی انہیں دھیان آیا کہ بیڈ کی چادر بے شکن تھی اور سفید چادر تہہ کی ہوئی پیروں کی طرف پڑی تھی۔ عافیہ اتنی سگھڑ تو نہ تھی کہ اٹھتے ہی چادر تہہ کر کے بیڈ شیٹ درست کر کے پھر باتھ روم جاتی۔

"زینی نے کیا ہو گا سب کچھ۔" انہوں نے ذہن کو دوسری طرف لگایا۔

پھر انہیں خیال آیا کہ زینی تو مستقل کچن میں سر کھپا رہی ہے۔ ان کا دل گھبرانے لگا۔ واش روم میں بالکل خاموشی تھی۔ پانی گرنے کی آواز تک نہ تھی۔

پھر ان کی نگاہ واش روم کے ادھ کھلے دروازے کی جھری پہ پڑی۔ وہ بدقت اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھیں۔ واقعی دروازہ کھلا تھا۔ انہوں نے دروازہ دھکیلا تو واش روم خالی۔

"یہ صبح صبح کہاں دفع ہو گئی۔" ان کا دل گھبرا گیا۔ دروازے تک جا کر انہوں نے زینی کو زور زور سے آوازیں دیں تو وہ بھاگتی ہوئی آئی۔

"عافی کہاں ہے؟" انہوں نے متوحش انداز میں پوچھا تو وہ ان کے شانے کے اوپر سے کمرے میں جھانکتے ہوئے بولی۔

"واش روم میں ہو گی۔ میں تو صبح سے ادھر آئی ہی نہیں۔"

"میرے خدا۔ وہاں مہمانوں میں دیکھو۔ وہاں نہ ہو۔"

"ادھر تو بالکل بھی نہیں ہے۔ وہ سب تو دلہن دیکھنے کو بے تاب ہیں۔ ابھی ناشتا دے کے آرہی ہوں سب کو۔"

زینب نے یقین سے کہا تو وہ لڑکھڑا سی گئیں۔ بے شکن بیڈ شیٹ تہہ کی ہوئی چادر جیسے رات اس بستر پہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

کوئی سوال نہ ہو۔ زینب نے گھبرا کر انہیں تھام لیا اور بیڈ پر لا بٹھایا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟"

"زینی۔ الماری چیک کر عافی کی۔" انہوں نے ڈوبتی آواز میں کہا تو وہ جیسے ان کی ذہنی حالت پہ شک کرتی ان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"الماری میں تھوڑی چھپی ہوں گی وہ۔"

"الماری میں زیور دیکھ کمبخت۔ کپڑا لتا دیکھ اس کرموں جلی کا۔"

وہ ہی آواز میں دھاڑیں تو گھبرا کر زینی نے عافیہ کی الماری کے دونوں پٹ کھولے۔

کل تک ڈھیروں جوڑے لٹک رہے تھے۔ خانوں میں تہ در تہ پڑے تھے۔ ان کی نگاہ بے اختیار الماری کی سائیڈ پر پڑی۔ جہاں عافیہ کے جہیز کے کپڑوں کا سوٹ کیس رکھا تھا۔ وہ جگہ اب خالی تھی۔ ڈوبتے دل اور لرزتے قدموں کے ساتھ وہ تیزی سے آگے بڑھیں اور الماری کا لاکر کھولا۔ وہ کسی فقیر کے کاسے کی مانند خالی تھا۔

"ہائے۔" ان کی آواز میں غم و اندوہ تو تھا ہی۔ مگر کچھ ایسی کیفیت بھی تھی جس نے زینب کو لرزا دیا۔

"راکھ ڈال گئی ہمارے سروں میں۔ عافیہ تیرا بیڑا غرق ہو۔" وہ رو دیں۔

زینب کی پیشانی پسینے کے قطروں سے چمک اٹھی۔

اماں دھڑام سے وہیں بیٹھ گئیں۔

"تائی اماں۔"

"زینی۔ مر گئے ہم لوگ' جنازہ نکل گیا آج تیرے تایا کی عزت کا۔ بھاگ گئی وہ بے غیرت گھر سے۔"

تائی اماں منہ پہ دوپٹا ڈالے بین کر رہی تھیں۔ زینب کو لگا اس کے قدموں تلے زمین نکل گئی ہو۔

زینب نے چوروں کی طرح سارے گھر میں دیکھ لیا۔ مگر وہ کہیں نہیں تھی۔ مجبوراً ابا کو کمرے میں بلانا پڑا۔

"کیا مصیبت ہے۔ ہزار کام پڑے ہیں وہاں اور یہاں تم۔" وہ کچھ غصے میں اور کچھ جھنجلائے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ مگر اماں کو روتے' کرلاتے دیکھ کر گھبرا سے گئے۔

"کیا ہوا نیک بخت؟" عاقب سرخ چہرہ لیے تیز قدموں کے ساتھ اندر آیا۔

"کہاں گئی ہے وہ؟"

"کون۔ کیا ہوا' کچھ بتاؤ تو؟"

"ملک صاحب۔ لٹ گئے ہم۔ عزت کا جنازہ نکل گئی ہماری بیٹی۔" اماں بلک اٹھیں۔

ابا لڑکھڑا کر پیچھے ہٹے۔ پھٹی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ عاقب نے جلدی سے بڑھ کے انہیں سنبھالا۔

"عافی کہاں ہے؟" وہ بے اختیاری سے اماں' عاقب اور روتے چہرے والی زینی کو دیکھ رہے تھے۔

"وہ۔ وہ تو نہیں ہیں گھر میں۔ الماری بھی خالی ہے کپڑے' زیور سب۔" زینی کو یہ لمحہ قیامت لگ رہا تھا۔ ابا کے منہ سے کراہٹ سی نکلی اور بس۔ وہ وہیں ڈھے گئے تو جوان جہان عاقب سے بھی نہیں سنبھالے گئے۔ زینب بے اختیار اس کی مدد کو آگے بڑھی تھی۔

✡ ✡ ✡

خالہ اور عمر کو یہ سب بتانا ایک اور قیامت تھا۔ مگر اماں نے بڑی بہن کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

ان کی رنگت فق پڑ گئی۔ عمر نے سختی سے دانت بھینچے۔ کنپٹیوں کی رگیں نمایاں ہو گئیں۔ صائقہ بھابھی کے ہاتھ ایک نیا شوشا لگ گیا۔

"ہے لو۔ تو ہمیں کیا یہاں بے عزت کرانے کے لیے بلوایا تھا۔"

"نہ میری بہن۔ رات کو تو گھر پہ ہی تھی۔ ملی تھی تم لوگوں سے۔ پتا نہیں کس کے بہکاوے میں آگئی۔"

اماں بھپھک کے رو دیں۔ جھوٹ بولتیں بھی تو کس منہ سے۔ ٹینشن سی ٹینشن۔ بارات کے ساتھ آئے مہمانوں کا خیال۔

ساری عمر کی جمع پونجی۔ ایک عزت۔ کراچی دلہن لینے آئے تھے۔ اب کیا کہتے سب سے؟

بارات بنا دلہن کے واپس جاتی؟

عمر کا دماغ خراب ہونے لگا۔ خالہ رونے لگیں تو ان کی طبیعت بگڑ گئی۔

"میں کیا منہ دکھاؤں گی برادری والوں کو۔ سسرالی عزیزوں کو میرے۔"

وہ اپنی جگہ صحیح تھیں۔ ابھی معاملہ فقط گھر کے لوگوں کے درمیان تھا۔ مگر کسی کو بھنک پڑ جاتی تو۔

ماں کی طبیعت کی خرابی عمر پر بھاری پڑنے لگی۔

"تماشا بنوا دیا آپ لوگوں نے ہمارا۔ اگر لڑکی کی مرضی نہیں تھی تو پہلے بتا دیتے۔ ہمارے لڑکے کو کون سا لڑکیوں کی کمی تھی۔" صائقہ بھابھی ان کے لتے لے رہی تھیں۔ اماں نے ہاتھ جوڑ دیے۔

مگر فقط ہاتھ جوڑنے سے معاملہ نہیں بننے والا تھا۔

سب کو ابا کے ساتھ سر جوڑ کے بیٹھنا پڑا۔

زینی کا دل گھبرانے لگا۔ سب ڈرائنگ روم میں بند ہو گئے تھے۔ ابا کا دھیما لہجہ' عمر کی بلند آواز' تائی اماں کے بین' صائقہ کا تیکھا انداز گفتگو۔

دروازے سے کان لگا کے کھڑی زینی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ عمر اونچی آواز میں تلخی سے کچھ بول رہا تھا۔ ابا کی آواز میں شکستگی تھی۔ معافی کی طلب تھی' ہار تھی۔

دروازہ کھلا تو وہ گڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ نگاہ عاقب کی سرخ ہوتی آنکھوں سے ملی۔ اسے دیکھ کر لب بھینچتا وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

سب باری باری چلے گئے تو اماں باہر آئیں اور ہونق کھڑی زینی کا ہاتھ تھام کر گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں لائیں' پلٹ کر دروازہ لاک کیا۔ زینی سہمی سی کھڑی تھی۔ اماں اس کا ہاتھ تھامے اپنے بستر تک لائیں۔ اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

"یہ دیکھ زینی۔" ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیے۔ وہ ہڑبڑا کر حواس میں آئی۔

"یہ کیا کر رہی ہیں تائی اماں! میں کسی کو نہیں بتاؤں گی یہ بات۔" ان کے ہاتھ کھولے۔

"نہ میری بچی۔ یہ بات تو چھپنے والی نہیں ہے۔ ہاں مگر اپنی تایا کی عزت بچانے کا ایک راستہ ہے ہمارے پاس۔"

"وہ کیا؟" زینی کا اپنا دماغ گھوما ہوا تھا۔

"تیرے تایا نے کہا ہے۔ آج نکاح کر دیتے ہیں عمر کے ساتھ۔ چپ کر کے دلہن بن کے بیٹھ جانا۔ میری تایا کی عزت رہ جائے گی۔ بڑی مشکل سے عمر مانا ہے۔ اب تو اعتراض نہ کرنا۔"

اماں کے ہاتھ پھر اس کے آگے بندھ گئے تھے۔

زینب کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔ پھٹی آنکھوں میں عاقب کی لال ہوتی نگاہیں در آئیں۔

تو ایک بار پھر اس کے نصیب میں عافیہ کی اترن آئی تھی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔

✡ ✡ ✡

حالات خراب' اس کا موڈ خراب اور سب سے بڑھ کے یہ کہ اس کی قسمت خراب۔

جہاں آج اس کا اور عاقب کا نکاح ہونا تھا۔ وہاں اب اس کا اور عمر کا نکاح ہو رہا تھا۔ مہمانوں میں سے کسی کو بھی حقیقت کا پتا نہیں چلا۔ بے گھونگھٹ والی نکاح کی دلہن اور اس کے بعد میک اپ سے سجی سنوری عافیہ کے برائے گئے کامدانی جوڑے میں ملبوس۔

زینب کے جسم کو وہ جوڑا کاٹ کھا رہا تھا۔ وہ متوحش تھی ـــــــ زندگی نے ایکدم سے کروٹ بدل کر سب کچھ اتھل پتھل کر دیا تھا۔

ایسے میں اس کی سراسیمگی کو اس کی واحد مخلص دوست نے کم کرنے کی کوشش کی۔ جب نکاح کے بعد وہ اسٹور میں گھسی زار و قطار روئے جا رہی تھی۔ تائی اماں کے حکم کے بموجب اسے چپ کروانے میں جب وہ ناکام ہو گئی تو تقریباً چلا ہی اٹھی۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے زینی؟"

"مہر جی ہو گیا۔ دکھائی نہیں دے رہا قسمت نے کیا کھیل کھیلا ہے میرے ساتھ؟" سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ کر وہ غرائی۔ کہ فقط ایک وہی تو تھی جس پہ وہ

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

غصہ کر سکتی ہو سکتی تھی۔

"اسے کہتے ہیں ٹرننگ پوائنٹ۔" اطمینان سے کہتے ہوئے سامعہ نے اس کا بازو تھاما اور باہر کی طرف بڑھی اور دس جماعتیں تو وہ بھی پڑھی ہوئی تھی۔ اس سے الجھنے لگی۔ سب سے نظر بچا کر سامعہ اسے کھینچ کھینچتی چھت پہ لے آئی۔

"اچھا بھلا میری زندگی میں اب سکھ آرام آنے لگا تھا۔ قسمت کھلنے لگی تھی کہ پھر سے قسمت نے دھوکا دے دیا۔" ٹیرس کی دیوار سے ٹیک لگائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"کیا پتا تمہارے سکھ اور آرام کا راستہ اب کھلا ہو۔" سامعہ آرام سے بولی۔

"ساری عمر عافیہ کی اترن پہنی ہے میں نے۔ اب شوہر بھی اسی کا چھوڑا ہوا۔" زینی سے تو بات ہی مکمل نہ ہو پائی۔ سامعہ نے تاسف سے اس کے بہتے آنسوؤں کو دیکھا۔

"کتنے سال بڑا ہے اس نے اس چھوڑے ہوئے شوہر کو؟" طنز سے پوچھا۔

"نام تو آیا تا اس کے ساتھ اور ان دونوں کی دوستی بلکہ عشق کے قصے عافیہ سنا چکی ہے مجھے۔ یہ بڑی بڑی تصویریں ہیں دونوں کی عافیہ کے کمپیوٹر میں۔" دوپٹے سے ناک پونچھتے ہوئے وہ لال گلابی ہو رہی تھی۔ بڑے دکھ سے بولی۔

"ایسا ہی عشق ہوتا تو یوں بھگوڑوں کی طرح اسے چھوڑ کر بھاگتی؟ کچھ بھی نہیں تھا ان دونوں کے درمیان۔" سامعہ نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

"وہ تو بارات لے آیا تا جو عشق میں سچا ہے۔"

"یہ تمہاری قسمت کی بارات تھی۔ اسے آنا ہی تھا زینی۔ اب اڑ کے پنجاب جانے سے تو رہیں تم۔"

"اچھی بھلی عاقب سے شادی ہو رہی تھی۔ کیسے ٹھاٹ ہوتے اس گھر میں میرے۔ عافیہ بھی دفع دور ہو جاتی۔"

اس کا کوئی ایک غم تھوڑی تھا۔ اب دوسرے کی دم پکڑ لی۔

"اوکے۔" سامعہ نے بے اختیار قہقہہ کنٹرول کیا۔

"کیا ٹھاٹ ہوتے یہاں تمہارے؟ اتنے سالوں سے تمہاری تائی تمہیں اپنی بیٹی کی اترن پہنا رہی ہیں، کبھی بازار سے دلایا بھی تو کمتر۔ یا وہ جو ان کی بیٹی نے ریجیکٹ کر دیا ہو۔ یہ ٹھاٹ کراتیں تمہیں؟ مفت کی نوکرانی ہو، کیسے فارغ بیٹھے سے بیاہ رہی ہیں تمہیں۔" سامعہ نے دو آنکھیں مزید اس کے ہاتھ میں تھمائیں۔

"مگر جان بوجھ کے اندھا اس کا وار کیا؟"

"تمہیں کچھ نہیں پتا۔" زینی نے پھر مظلوم بننا چاہا۔ مگر سامعہ اس پر بھاری تھی۔ تیز لہجے میں بولی۔

"مجھے سب پتا ہے اور تم سے زیادہ پتا ہے اور اب تم یہ مظلومیت کا لبادہ اتارو زینی! خدا کا شکر ادا کرو کہ ایک عزت دار گھرانے میں بیاہ کے جا رہی ہو۔ اس گھر کی بیٹی بھاگی ہے۔ جسے وہ بیاہنے آئے تھے۔ مگر کچھ تو سر منہ بیٹھ کے تمہاری تائی اور تایا کی عزت اچھالنے کے بجائے نہ صرف اپنی عزت سنبھال رہے ہیں، بلکہ ان لوگوں کی عزت بھی ڈھک کے جا رہے ہیں تمہیں بیاہ کے۔"

"یہ تو ان لوگوں کا بڑاپن ہے۔" زینی کچھ کچھ متفق ہوئی۔

"تو اب تم لوگ بھی چھوٹے پن سے نکل کے انہیں کوئی بڑاپن دکھاؤ۔" سامعہ نے طنز کیا۔ پھر اسے سمجھانے لگی۔

"یہ تو سوچو بے وقوف لڑکی کہ اس کی قسمت میں تمہیں بیاہ کے لے جانا لکھا تھا۔"

"اور عمر۔ پتا نہیں ان سب کا وہاں جا کر مجھ سے کیسا رویہ ہو۔" وہ اندر سے بہت سی باتوں سے خوف زدہ تھی۔

"کچھ نہیں ہوگا۔ عافیہ کی خالہ بڑی اچھی خاتون ہیں۔ تمہاری تائی سے زیادہ حوصلے والی اور صبر و برداشت والی۔ کوئی اور عورت ہوتی تو بہن کی عزت اتار دیتی اور پھر تم سے تو سب راضی ہی ہوں گے۔ اتنے نازک وقت میں سب کی عزت بچا رہی ہو تم ورنہ تو دونوں گھر کی ناک کٹ چکی تھی۔"

سامعہ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے ایک لفٹ ہی روشنی میں لا کر دیا تھا۔ سبک رو ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا۔

"ارے ہاں۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔" اس کی براؤن آنکھیں جگمگا اٹھیں۔

"اب تو سب کی نظروں میں میری ہی اہمیت ہوگی۔"

"بالکل۔ اور یہی تو تم چاہتی تھیں اور اس کے لیے تم عاقب جیسے ویلے نکھٹو سے شادی کرنے کو بھی تیار تھیں۔" سامعہ نے اطمینان سے کہا تو وہ کھلکھلا دی۔

"واقعی۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ مجھے تو اپنی ایک حیثیت چاہیے تھی اور وہ مل گئی۔" سامعہ نے سکھ کا سانس لیا۔

آگے کی زندگی میں چاہے کیسے ہی امتحان کیوں نہ ہوتے، فی الحال تو مطلع صاف تھا۔

یہی اطمینان تھا جس کی بدولت اگلے روز ناک بھوں چڑھا کر عافیہ کا پرانا مگر خوب صورت سا کامدانی جوڑا اس نے پہن ہی لیا۔

"لمبے سفر کی وجہ سے بری لے کر نہیں آئے وہ لوگ۔ وہاں جا کر تو عیش ہی ہوں گے تمہارے۔" سامعہ کی تسلی نے جوڑے کی چبھن کو قدرے کم کیا۔ ساتھ ہی بے ساختہ گلہ بھی ہوا۔ تائی اماں سے اتنا نہ ہو سکا کہ نکاح (چاہے رو ہی گیا تھا) کے موقع پر چار جوڑے اس کے بھی لے لیتیں۔

سامعہ سچ کہہ رہی تھی۔ گھر کی مرغی دال برابر۔

دنیاداری تھی۔ ورنہ اگلے دن وہ لوگ جتنا کچھ کھائے پیے وہاں سے نکل پڑے۔ اسے مووی اور تصویروں کے لیے عمر کے ساتھ بیٹھنا پڑا۔ اب زینی کا موڈ اچھا تھا اور شاید وہ واحد نفس تھی جو اس فنکشن کو انجوائے کر رہی تھی۔ باراتیوں کو تو دولہا کا سپاٹ سا انداز ہی الجھن میں ڈال گیا تھا۔ یہ وہ عمر تو نہ تھا جو برسوں کے سفر میں ان کے ساتھ اپنی دلہن لینے نکلا تھا۔

ٹرین کا سفر تھا۔ کچھ امی کی طبیعت کی خرابی بہانہ بنی واپسی جلدی ہو گئی۔ تائی اماں نے پیار بہن کے پاؤں تھام لیے۔

"تمہارا کیا قصور جس کی قسمت میں جو تھا مل گیا۔" بڑے حوصلے سے کہہ کر وہ بہن سے وداعی ملیں۔

زینی نے تائی اماں سے ملتے ہوئے مصنوعی منہ بسورا۔ اب تو نئی زندگی کا ایسا تجسس ہو چلا تھا کہ سب نقصان اور گھاٹے بھول گئے تھے۔ اس کے برعکس تائی اماں یوں اسے بھینچ بھینچ کے روئیں جیسے اپنی اکلوتی نازوں پلی کو بیاہ کر رو رہی ہیں۔ بھیجنے والی ماں رویا کرتی ہے۔

واپسی کا سفر محض انسانوں کا نہیں۔ مختلف سوچوں کا تھا۔

☆ ☆ ☆

اگلے روز وہ شمالی علاقہ جات کی طرف نکلنے والے تھے۔

عافیہ نے کسل مندی سے انگڑائی لی۔

"دو دن ہوٹل میں ہی ٹھہرے رہتے۔"

فیصل نہا کے بھی نکل آیا تھا۔ پینٹ بنیان میں ملبوس وہ بال سنوار رہا تھا۔

"میری جان جو خرچا یہاں کرنا ہے۔ وہ ناردرن ایریاز میں کریں گے۔ ہنی مون کے دوران تو یوں بھی پیسہ پر لگ کے اڑتا ہے۔" منہ بناتے ہوئے عافیہ کو اٹھنا ہی پڑا۔

"تمہارے پاس کچھ رقم ہے تو دے دو۔ مل ملا کے کافی ہو جائے گا۔" کہتے ہوئے فیصل نے کہا تو سر ہلا کر عافیہ نے اپنے بیگ میں سے پرس نکال کر بیس ہزار اسے تھما دیا۔ ہوٹل سے باہر نکلتے تو فیصل کے پیچھے بڑھتی وہ ٹھٹکی۔ فیصل گاڑی کی ڈکی میں سامان رکھ رہا تھا۔

"یہ تو تمہاری گاڑی نہیں ہے۔"

"چپ۔ بیٹھو تو۔ بتاتا ہوں۔" فیصل ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ تو وہ بھی گاڑی میں

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بیٹھ گئی۔

"ممی ابو تو گھر والوں کو بھنک بھی نہیں پڑی ہماری شادی کی۔ بس میں نے یہی کہا ہے کہ ناردرن ایریاز کی سیر کو جا رہا ہوں دوستوں کے ساتھ۔ اپنی گاڑی لیتا تو کوئی بھی واقف کار فوراً پہچان لیتا۔" وہ بتا رہا تھا۔

"کچھ کیش تو نکلوا لیتے بینک سے۔" عافیہ کو اپنے بیس ہزار یاد تھے۔ ناک چڑھا کر بولی۔

"ابو کا موڈ پہلے ہی خراب ہے جانم! سیر و تفریح کا سنتے ہی انہوں نے محنت کی عظمت اور کام، کام، کام پر لیکچر دینا شروع کر دیا۔ ایسے میں کیش مانگتا تو جوتے پڑتے۔"

مسکرا رہا تھا۔ مگر عافیہ تو مسکرا بھی نہیں پائی۔ اس کی شکل دیکھ کر فیصل ہنس دیا۔

"ابھی تو عشق کے اور بھی بہت سے امتحانات باقی ہیں۔" جس کا مطلب پا کر عافیہ کھسیائی۔

"وہ تو ٹھیک ہے، میں تو اس لیے پریشان ہوں کہ لمبے سفر کے لیے نکل رہے ہیں، ہاتھ میں کھلا پیسہ ہونا چاہیے۔"

"تم دیکھنا تو سہی، کیسا شاندار ہنی مون ہوگا۔ بلکہ یہ تو ٹریلر ہے۔ اصل ہنی مون تو تب ہوگا جب میں تمہیں یورپ گھمانے لے جاؤں گا۔" وہ تفاخر سے کہتا عافیہ کو سرشار کر گیا۔

واقعی۔ اب جلدی کس بات کی تھی۔ فیصل اس کی مٹھی میں تھا تو سب کچھ اس کی دسترس میں تھا۔ جلد یا بدیر وہ اپنے باپ سے سب کچھ حاصل کرنے والا تھا۔ گنگناتے ہوئے گاڑی ڈرائیو کرتے فیصل کو اس نے بڑے پیار سے دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ ٹرین میں پہلی بار سفر کر رہی تھی۔ اس لیے دلہن ہونے کے باوجود شرم و حیا کو بالائے طاق رکھے تمام راستے کھڑکی سے لگی باہر کی رونقیں دیکھتی رہی۔ عمر نہ جانے کہاں بیٹھا تھا۔ ایک بار بھی بھولے سے جو اس طرف پھٹکا ہو۔

امی کی طبیعت ناساز ہی تھی۔ تمام راستے منہ پر دوپٹا ڈالے پڑی رہیں۔ زینی کو شک سا تھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ مگر اس نے زیادہ غور کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

یوں بھی۔ وہ تو نئی زندگی شروع کرنے جا رہی تھی۔ جو پہلے سے اس زندگی کا حصہ تھے وہ اپنے غموں اور خوشیوں کے ساتھ جی رہے تھے۔ مگر زینی نے فی الحال اس زندگی سے کچھ بھی نہ حاصل کیا تھا۔ اسی لیے ساحرہ کے دیے خواب اس نے اپنی آنکھوں میں سجا لیے تھے۔

تمام راستے صاعقہ بھابھی، ان کی گھنی سی ماں اور ماڈرن چھتری سی بہن سرگوشیاں کرتی اور قہقہے لگاتی رہیں۔ بھابھی کے بالترتیب چار اور چھ سالہ غیب اور مطیب البتہ کتنی ہی دیر "چچی دلہن" کے ارد گرد ہی رہے۔ پھر نیند آنے پر ماں اور نانی کی گود میں پڑ کے سو رہے۔

تھکا دینے والے طویل سفر کے بعد ٹرین گجرات کے اسٹیشن پر رکی۔ سب پر سامان سمیٹنے اور ٹرین سے اترنے کی فکر سوار ہوئی۔ تب راستے کے گھنٹوں کے سفر میں پہلی بار عمر ان کے ڈبے میں آیا۔ وہ ماں کی فکر میں جتا تھا۔ انہیں سہارا دیے گھر دروازے کی طرف بڑھا۔ زینی شش و پنج میں جتا کھڑی تھی۔

"یہاں تک خود آئی ہو بنو! آگے بھی خود ہی چلنا پڑے گا۔ بنا کسی سہارے کے۔ عادی کر لو خود کو۔" صاعقہ بھابھی کی ماں عادتاً ٹھٹھا لگا کے کہتی اس کے پاس سے گزریں تو وہ بھی خاموشی سے ان کے پیچھے چل دی۔ دوسری رشتہ دار خواتین نے اسے ویسا ہی پروٹوکول دیتے ہوئے اسٹیشن کے باہر کھڑی ہائی ایس میں بٹھایا۔ جیسا کہ نئی دلہن کو دیا جاتا ہے۔ یہ ہائی ایس عمر کا دوست لے کر آیا تھا۔

اسٹیشن سے محض دس منٹ کے سفر کے بعد وہ گھر پہنچ گئے۔ امی کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے تمام رشتہ دار اور تو اور بھابھی کی ماں اور بہن بھی راستے ہی میں اتر گئی تھیں۔ انہیں علم تھا۔ گھر جا کے اور کوئی رسمیں کرنے والی حالت تو کسی کی ہے نہیں۔ سو گھر تک

آنے والے محض زینی، صاعقہ بھابھی اور بچے، امی اور عمر ہی بچے تھے۔ عمر فرنٹ سیٹ پر بیٹھا دوست سے محو گفتگو تھا۔

گھر پہنچ کر عمر نے ہی ماں کو سہارا دے کر گاڑی سے اتارا۔ بھابھی اپنے بچوں کو لیے اتریں۔ عمر دروازے کا لاک کھول رہا تھا۔ زینی سر سے پھسلتے دوپٹے کو صحیح کرتی نیچے اتر آئی۔

اسے قدرے مایوسی ہو رہی تھی۔ یہاں تو نئی دلہن والی کوئی صورت حال ہی نہ دکھائی دے رہی تھی۔

عمر ماں کو سہارا دیے ان کے کمرے میں لے گیا اور وہ تین روپے برآمدے میں کھڑے بڑے سے صحن میں تنہا کھڑی انگلیاں مروڑتی رہ گئی۔ صاعقہ بھابھی بچوں کو کمرے میں چھوڑ کے آئیں تو اسے یوں ہی کھڑا دیکھ کر مسکراہٹ دباتی اس کی طرف آئیں۔

"ہائیں۔ یہ نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کے عمر کہاں چلا گیا؟" ان کی اداکاری بڑی فطری تھی۔ زینی سٹپٹا گئی۔

"وہ۔ خالہ جان کی طبیعت خراب ہے۔" عاقب اور عافیہ کی دیکھا دیکھی وہ بھی انہیں خالہ ہی کہتی تھی۔

"چلو۔ تمہیں کمرے میں چھوڑ دوں۔ عمر کو تو شاید ساری رات تمہارے یہاں کھڑے ہونے کا خیال ہی نہ آئے۔"

وہ کہتی آگے بڑھیں۔ زینی خاموشی سے ان کے پیچھے بڑھ گئی۔ ایک کمرے میں داخل ہو کر انہوں نے لائٹ جلائی تو وہ دنگ رہ گئی۔ کمرہ عروسی سجاوٹ سے مہک رہا تھا۔ زینی کا دل لہرا سا گیا۔

"ہاں۔" بھابھی نے تاسف سے آہ بھری۔ "انسان کیا سوچتا ہے اور قدرت ہمارے لیے کچھ اور ہی لکھے ہوئے ہوتی ہے۔ اب دیکھو ایک ایک شے کو عمر نے عافیہ کے استقبال کے لیے سجایا تھا مگر اس کم بخت کی قسمت میں ہی نہ تھا۔" زینی خجل سی ہونے لگی۔

بھابھی کو اچانک کچھ خیال آیا تو ان کا انداز رازدارانہ ہو گیا۔

"ویسے گئی کہاں وہ؟ تمہیں تو پتا ہی ہوگا۔ کہیں پکا یارانہ ہوگا اس کا۔ تب ہی تو عین شادی کے روز گھر والوں کے سروں میں خاک ڈال کے نکل گئی۔" وہ منتظر نگاہوں سے زینی کو دیکھ رہی تھیں۔

"وہ۔ واش روم کہاں ہے؟" زینی کا سوال غیر متعلق تھا۔ بھابھی کی باتوں کو بریک لگی تو وہ بدمزہ سی ہو کر رہ گئیں۔

"یہ اٹیچڈ باتھ ہے۔" انہوں نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"میرے کپڑوں کا ایک بیگ تھا۔ سیاہ رنگ کا۔" وہ جھجکی۔

"سامان تو سارا باہر صحن میں پڑا ہے۔ جا کے دیکھ لو بھئی۔ میرا تو تھکن سے برا حال ہو رہا ہے۔ ابھی نیٹ پہ جا کے چھٹن کو ساری کہانی سنانی ہے اور ویسے۔" وہ منافقانہ انداز میں کہتی اس کے قریب جھک کر رازداری سے بولیں۔

"اب تم بھی آرام کرو، بہتر ہے۔ ہماری ساس کم از کم آج کی رات تو عمر کو ادھر پھٹکنے بھی نہیں دیں گی۔ خوامخواہ اپنی نیند خراب مت کرنا۔" پھر آہ بھر کے بولیں۔

"قسمت تو خراب کر ہی لی۔"

وہ چلی گئیں تو زینی نے سکون بھری سانس لی اور دلچسپی سے کمرے کی آرائش اور پھولوں کی لڑیوں کی سجاوٹ دیکھنے لگی۔

دل میں ایک آس سی تھی۔ عمر کمرے میں ضرور آئے گا۔ سو واش روم سے فریش ہو کے نکل آئی۔ باہر جا کے اپنا بیگ ڈھونڈنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اپنے پرانے کپڑے تو ساتھ لانے کے قابل نہیں تھے۔ ساحرہ نے ہی اس کے بیگ میں عافیہ کے گھر میں پہننے والے کئی ایک جوڑے ڈال کے ساتھ کر دیے تھے۔ وہ تکیے سے ٹیک لگائے فریش سی بیٹھ گئی۔

وہ منتظر تھی کہ عمر آ کے کن الفاظ میں اس کا شکر گزار ہوتا ہے۔

"بھئی اتنی بڑی قربانی دی ہے۔ جی حضوری کرتا پھرے گا تمہاری۔" ساحرہ نے کہا تھا۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

زینب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آن ٹھہری۔ وہ دل کھول کر ٹھیک طریقے سے تکیے پر لیٹی۔

آف اسے سرور سا آیا۔

اپنا کمرہ اپنا بستر

ملکیت کے احساس نے بڑے تفاخر سے دل میں جگہ بنائی۔ تیز رفتار چلتے پنکھے کی ٹھنڈی ہوا نے کب اسے نیند کی وادی میں پہنچا دیا۔ اسے خبر بھی نہ ہوئی تھی۔

امی کے بار بار کہنے پر عمر کمرے میں داخل ہوا تو زینب کو بے سدھ سوتے پا کر ان ہی قدموں واپس لوٹ گیا۔

☆ ☆ ☆

"عاقب... عاقب۔"

اماں کی متوحش سی آواز۔ انہوں نے عاقب کو بری طرح جھنجوڑ کر اٹھایا تھا۔

"اٹھ دیکھ تو سہی۔ تیرے ابا کو کیا ہوا۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہے ان کی۔"

وہ ساری رات کا جاگا ابھی آنکھ لگی تھی مگر یوں اچھل کے اٹھا جیسے سویا ہی نہ تھا۔

ابا کی حالت ٹھیک نہ تھی۔ شدید ڈیپریشن اور ٹینشن نے دماغی خلیوں کو سخت متاثر کیا تو نتیجہ فالج کی صورت نکلا۔

بارعب سے ابا۔ جن کے قدموں کی دھمک سے زمین تھرتھراتی اور جن کی آواز سے وہ لوگ دبک جایا کرتے تھے۔ اب بے بس سے بستر پڑے تھے۔ ان کا دایاں بازو اور ٹانگ بے حرکت تھی اور زبان بھی متاثر ہوئی تھی۔

اماں نے جھولیاں پھیلا پھیلا کر ان کی زندگی اور عافیہ کی بربادی کی دعائیں مانگیں۔

اسپتال کے کوریڈور میں عاقب حوصلہ ہار کر ان کے شانے میں منہ چھپا کے رو دیا۔

بہن غیرت کو للکار گئی تھی اور باپ کی بے بسی نے عاقب کے تھکے پن کو جھنجوڑ کے رکھ دیا۔

اسے ان دیکھے بوجھ سے یک لخت ہی اپنے شانے بوجھل ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

☆ ☆ ☆

صبح اگر بھابھی اسے نہ جگاتیں تو وہ جانے کتنی دیر تک خواب خرگوش کے مزے لیتی رہتی۔ چند لمحے تو وہ سوئے ذہن کے ساتھ بھابھی کو دیکھتی رہی۔

"اب اٹھ جاؤ دلہن رانی۔ سویرا نکل آیا۔ نکلنے والے بھی نکل گئے اور تم یہاں سوئی پڑی ہو۔"

ان کا مخصوص کچھ سمجھاتا ہوا، مگر سمجھ میں نہ آنے والا انداز۔ زینی بے اختیار اٹھ بیٹھی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ بھابھی خوب ہنسیں۔

"کوئی بھی نہیں آیا رات بھر ادھر۔ ہم نے تو پہلے ہی اشارہ دے دیا تھا۔ امی حضور کے تیور نہیں لگ رہے تھے عمر کو کمرے میں بھیجنے والے۔ بھئی اب بھابھی کی جگہ اتنی آسانی سے تو کسی کو نہیں دے سکتیں نا اور عمر بے چارہ چپ چپ۔" وہ مزے لے رہی تھیں۔ زینی کے کان کھڑے تھے۔

"ایک ایک شے عافیہ کے لیے سجائے گیا تھا۔ اب وہیں تمہارے ساتھ رات گزارنا تو اسے قیامت ہی لگتا نا۔"

دھڑ دھڑ دھڑ

زینی کے اوپر سے کوئی ٹرین گزری۔

برا ہوا مرد۔ عافیہ کی اترن

"اب یہ تو ماں کو چاہیے کہ تمہاری قربانی کا خیال کرتے ہوئے بیٹے کو سمجھائے۔ مگر نہ جی۔ یہاں تو جو مسکین اور مظلوم ہے اسی کو دبایا جاتا ہے۔ اچھے بدلے نکالیں گے تم سے عافیہ کے۔ اٹھ جاؤ اب ناشتہ کرلو۔"

اسے اچھی طرح "ٹھنسا" کے اب وہ ناشتے کا مژدہ سنا رہی تھیں۔ زینی کے لیے تمام حقیقت ناقابل قبول اور ڈراؤنی سی مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت تھی کہ رات سے ایک کھیل بھی اڑ کر منہ میں نہ گئی تھی اور اب معدہ دہائیاں دے رہا تھا۔

وہ چپ چاپ منہ دھونے اٹھ گئی۔

ناشتے کے دوران بھابھی نے کھل کر عافیہ اور عمر کے رومانس کی آنکھوں دیکھی حقیقت بیان کی تھی جس کے کئی پارٹ زینی کو جھینپنے پر مجبور کر گئے۔

"اب خود سوچو۔ اتنی زور کی کیلیں اور بے باکیاں کوئی مرد اتنی جلدی بھلا سکتا ہے؟ کیا کیا نہیں سوچا ہوگا اس نے عافیہ کے بارے میں۔"

بھابھی شادی شدہ تھیں۔ روانی سے بولتی جارہی تھیں، مگر زینی کس پل صراط سے گزر رہی ہے یہ انہیں خبر نہ تھی۔

اسے رونا آگیا۔ ناشتہ وہ کرچکی تھی۔ بھابھی نے برتن سمیٹے۔ زینی کی بھیگتی پلکیں وہ دیکھ چکی تھیں۔

"بے وقوف ہو تم۔ رو کے بزدلی دکھاؤ گی تو کچلا کے مار ڈالیں گے ماں بیٹا تمہیں۔ یہاں تو مقابلہ کرنا پڑے گا ان کی چالبازیوں کا تمہیں۔" بھابھی نے زینی کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تھمایا۔

"میں بھلا کیا کرسکتی ہوں۔ میں نے تو ان لوگوں کی عزت بچائی ہے۔"

وہ بے بسی سے بولی تو آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخساروں پہ ڈھلک گئے۔ بھابھی چونکیں۔

"وہی تو۔ اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ تمہارا پلڑا بھاری ہے۔ ذرا سی بھی نرمی دکھاؤ گی تو سر پہ چڑھ کے ناچے گا عمر تمہارے۔ اب اگر احسان کیا ہی ہے تو اسے ٹھیک طرح سے جتاؤ بھی۔" نئے سبق نئے انداز۔

زینی کو جلد ہی کوئی فیصلہ کرنا تھا کہ اس کو اس نئی زندگی میں کیا حکمت عملی اپنانی ہے۔

باہر کھٹکا ہوا تو بھابھی برتن اٹھا کے پلٹیں۔

"آج کا ناشتا تو میں نے کروا دیا۔ مگر آئندہ سے تم جانو اور تمہارا کام۔ میں تو ویسے بھی بمشکل اپنا اور بچوں کا کام کرپاتی ہوں۔ باقی تم جانو اور تمہاری ساس اور میاں جانیں۔" ایک دم سے ان کا بے اعتنا لہجہ اور بے مروت انداز۔ زینی آنکھیں پھاڑ کے انہیں دیکھ کے رہ گئی۔

بیرونی گیٹ کھلا، عمر امی کو تھام کے اندر لا رہا تھا۔ شاید وہ لوگ ڈاکٹر کے پاس سے ہو کے آرہے تھے۔

کمروں کے آگے برآمدہ تھا اور برآمدے کو لوہے کی مضبوط جالیوں سے کوریڈور میں تبدیل کردیا گیا تھا اور ان جالیوں پر تیز دھوپ سے بچاؤ کے لیے چقیں لٹکائی گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے برآمدے اور کمروں میں ٹھنڈک کا احساس نمایاں تھا۔

زینی برآمدے ہی میں فریج کے پاس رکھی چار کرسیوں والی میز کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھی تھی۔ عمر اس کے پاس سے گزرا۔ وہ منہ اٹھائے دیکھے گئی نہ سلام نہ دعا۔ امی خود ہی رکیں۔ وہ نڈھال سی تھیں۔

"اندر آؤ میرے پاس۔" انہوں نے کہا تو وہ ان دونوں کے پیچھے چل دی۔

عجیب سی شادی عجیب سی سسرال۔ عمر نے انہیں سہارا دے کر بستر پر بٹھایا اور پنکھا فل اسپیڈ پر چلا دیا۔

انہوں نے اشارے سے زینی کو اپنے پاس بلایا۔ عمر باہر نکلنے لگا تھا۔

"تم کہاں جارہے ہو...؟" امی نے نقاہت زدہ لہجے میں اسے روکا۔

"نیند آرہی ہے مجھے۔ تھوڑا آرام کروں گا۔" وہ منہ موڑ کے کہہ کر چلا گیا۔

زینی دل ہی دل میں اس سے خفا ہوگئی۔

"اب نیند آرہی ہے موصوف کو اور ساری رات کیا ہل چلاتے رہے ہیں۔"

"ساری رات کا جاگا ہوا ہے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی نا کبھی سر دباتا رہا اور کبھی ٹانگیں۔" امی نے پیار سے عمر کا ذکر کیا۔

زینی کڑھ گئی (اچھی معصومیت پہ لگا رکھا تھا بیٹے کو)

"تم بتاؤ۔ ٹھیک سے سوئیں؟" وہ یوں پوچھ رہی تھیں جیسے وہ اس گھر میں سونے کے لیے ہی تو لائی گئی تھی۔

"جی۔" سر جھکا کر دھیرے سے کہا۔

امی نے رک کر جیسے کچھ سوچا جانے الفاظ جمع کررہی تھیں کہ ہمت پھر بڑے تحمل سے بولیں۔

"بیٹے جو کچھ ہوا اسے بھول جانا زینب تب ہی آسانی سے زندگی میں آگے بڑھ سکو گی اور اب یہ

FAMOUS URDU NOVELS PDF LIBRARY

تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم عمر کو بھی یہ تمام باتیں بتلا دو۔ تمہاری دوہری ذمہ داری ہے بیٹا۔"

لوگی۔ یعنی یہ تو نہ ہینگ لگانے کے موڈ میں ہیں اور نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا چاہ رہی ہیں۔

اس نے چپ کے سوچا۔ مگر منہ سے فقط "جی" کہہ کر سر جھکالیا۔

☆ ☆ ☆

صالحہ بھابھی صرف اپنا اور اپنے بچوں کا کام کرتیں' اپنا کمرہ اور اس کے آگے کا برآمدہ صاف کرلیتیں اور بس۔

جبکہ اگلے ایک ہفتے میں باقی سارے گھر کی ذمہ داری زینب پہ آن پڑی۔

"بھئی تم تو اکیلی جان ہو۔ بچی بھی سنبھال سکتی ہو۔ میرے تو بچوں ہی کے کام ختم نہیں ہوتے۔ سالن وغیرہ تو میرے بچے کھاتے نہیں۔ بس میں ہی ذرا سالن گی۔ بھئی تم لوگ تین جانیں ہو پکانا تو تمہیں ہی چاہیے۔" انہوں نے بڑی ہوشیاری سے اپنی جان چھڑالی۔

اب وہ تھیں اور کیبل کے پروگرامز۔ وہاں سے اٹھتیں تو اسکائپ پہ میاں کے ساتھ گپ شپ شروع ہوجاتی۔ ان کے دونوں بچے نیب اور مطیب چچی سے نوڈلز اور چپس بنواکے کھالیتے۔

زینب کے دل میں بسی اپنے گھر کی خواہش پوری ہونے لگی۔ الماری کھولی تو بری کے جگمگاتے ہینگرز پر لٹکے کپڑوں نے آنکھیں خیرہ کردیں۔

پھر تو وہ روز جھاڑو پوچا کرتی' ڈسٹنگ کرتی' مزے کا کھانا بناتی اور پھر شان سے نہانے کے بعد بری کا ایک سوٹ چڑھا کے بیٹھ جاتی۔ کچھ خدا نے روپ بھی دیا تھا اور الہڑ انداز بھی۔ سو بہت سی باتیں وہ دل پہ نہ لیتی تھی مگر سوال یہ ہوا کہ بننے سنورنے کے بعد دل کسی کی توصیفی نگاہ کے لیے مچلنے لگا۔

اسے اپنے آپ میں مگن بھرپور زندگی گزارتے دیکھ کر عمر کے انداز میں مزید سرد مہری سی اتر آئی تھی۔

جب سے زینی بیاہ کے آئی وہ ایک بار بھی اس سے ہم کلام نہ ہوا تھا۔ ساجدہ کو فون کیا تو اس نے جی بھر کے لتاڑا۔

"وہاں جاکے سب کو بھول ہی گئی ہو۔ تمہارے بابا کو فالج نے ادھ موا کردیا ہے۔ عافیہ تو مجھو گن کے لے مری گئی۔ عاقب اب بابا کی جگہ کام کرکے گھر کی ذمہ داری سنبھال رہا ہے۔"

وہ بھونچکی رہ گئی۔ خالہ کے سامنے ہی صوفے میں دھنس کر رونے لگی۔

"کیا ہوا' خیریت تو ہے؟" وہ پریشان ہو اٹھیں۔

زینی نے ساری بات کہہ سنائی۔ جسے انہوں نے صبر سے سنا اور پھر بڑے حوصلے سے بتایا۔

"میں جانتی ہوں۔ آپا کا فون آیا تھا۔ سچ پوچھو تو ان پر تو آزمائش ہی آگئی ہے۔ مگر انہوں نے ہم میں سے کسی کو بھی وہاں آنے سے منع کردیا۔ فون پہ ہی میں اور عمر احوال پوچھ لیتے ہیں۔ تمہیں اس لیے نہ بتایا کہ تمہارا دل پریشان ہوگا۔"

وہ پتا نہیں واقعی سچ کہہ رہی تھیں یا اپنی سنگدلی پہ پردے ڈال رہی تھیں۔

زینی سوں سوں کرتی رہی اور عمر دونوں سے برگشتہ ہوگئی۔

"ہونہہ پورا گھر سنبھال رہی ہو۔ کراچی بیچ کے ہاتھ سے تھوڑا گنوائیں گے تمہیں یہ لوگ۔"

صالحہ بھابھی نے آنکھیں نچاکے اس کے دکھ کو اور بڑھایا۔ زینی کا دل ہر شے سے اچاٹ ہونے لگا۔

☆ ☆ ☆

اس نے الماری میں ہینگرز پر ترتیب سے لٹکے ان گنت کپڑوں پر یاسیت سے ہاتھ پھیرا۔ اب تو کسی رنگ پہ دل لپکتا ہی نہ تھا۔

"جس کے نام کی یہ بری ہے۔ وہی میرا نہیں تو یہ سب۔" اس نے بے دلی سے الماری کے پٹ بند کردیے تھے۔ کھٹکے پر پلٹ کر دیکھا تو عمر بستر کے کنارے ٹکا جھک کر شوز اتار رہا تھا۔ زینی کو غصہ آگیا۔

زینی غصہ جو کبھی کبھار ساجدہ سے لڑ کے اتارا کرتی تھی بلاوجہ عمر کے سر جا کھڑی ہوئی۔

"آپ کو میں نظر نہیں آتی؟" اس نے عمر کے ہاتھوں کو سست پڑتے دیکھا۔ اس نے نظر اٹھا کے لمحہ بھر کو زینی کی طرف دیکھا پھر شوز بیڈ کے نیچے کھسکا کے سلیپرز پہنے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اب وہ زینی کے بالمقابل تھا۔ زینی نے اس کے ملبوس سے اٹھتی خوشبو کو بہت اچھی طرح محسوس کیا تھا۔

"میں حقیقت سے نظریں چرانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور کون ہے یہاں جو نظر آئے گا۔" عمر کے لہجے میں ایک سلگتی ہوئی کیفیت تھی۔

"مجھے کسی نے بابا ابا کے بارے میں کیوں نہیں بتایا۔ میں وہاں جاتی ان کا حال پوچھنے۔" زینی نے احتجاج کیا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ان لوگوں نے ہی منع کردیا ہے وہاں آنے سے۔ فون پہ حال پوچھ لو تم بھی۔"

"مگر مجھے بتاتے تو۔"

"اب بتا دیا نا۔" وہ لاتعلقی سے روکھے لہجے میں بولا۔ وہ واش روم کی طرف بڑھا۔

"میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آئی ہوں۔" زینی نے اسے جتایا۔ "کمال ہے میری قربانی اسے دکھائی ہی نہیں دیتی۔"

اب پتا نہیں اس کی بات میں کیا اثر تھا۔ وہ رکا ہی نہیں بلکہ پلٹ کر اس تک واپس بھی آیا۔

"جانتا ہوں۔ بے فکر رہو تم۔ جو تمہاری مرضی ہے وہی کرنا۔ مجھے بار بار جتانا مت۔"

سرد لہجہ' سپاٹ انداز۔

وہ واش روم جاچکا تھا۔ زینی جھرجھری سی لے کر بیڈ پر ٹک گئی۔ اس نے کلس کر سوچا۔

"ان لوگوں کو تو بس نوکرانی چاہیے گھر کے لیے اور وہ مل گئی۔ عافیہ یہاں آتی تو ٹھکانے لگ جاتی۔"

وہ ابا اور عمر سے برگشتہ ہونے لگی۔

☆ ☆ ☆

مری' نتھیا گلی' ایوبیہ تک گھوم پھرلیا۔ عافیہ کا دل اس ہنی مون سے بھر گیا۔ کیونکہ پرس خالی ہونے کو تھا۔

وہ اب واپس جاکے جلد از جلد فیصل کے محل نما بنگلے پہ اپنی حق داری جتانا چاہتی تھی۔

آخر وہ اس بنگلے کے اکلوتے وارث کی بیوی تھی اب اسے سوچ کر ہی سرشاری ملتی۔

فیصل کی لمبی گاڑی میں ایک بار لفٹ لینے سے اس کے تو بھاگ ہی کھل گئے تھے۔

عافیہ نے زندگی میں کبھی گھاٹے کا سودا نہیں کیا تھا۔ عمر جیسا جذباتی کھرا بندہ چھوڑ کے اس نے لاکھوں میں کھیلنے والے شخص کو چنا تھا۔ اسے اپنے بروقت فیصلے پر ناز ہوتا۔

"فیصل۔ گھر کب چلیں گے؟"

"کیا بات ہے۔" فیصل نے اس کی کمر کے گرد ہاتھوں کی گرفت باندھی۔ عافیہ نے ناز سے منہ بسورا۔

"بور ہوگئی ہوں میں۔" فیصل نے ہلکے سے جھٹکے سے اسے اپنے قریب کیا۔

"میرے ساتھ ہوتے ہوئے بھی۔ اب تو اس گستاخی کی سخت سزا ملے گی تمہیں۔"

اس کا انداز ذو معنی اور لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔ مگر عافیہ کا دھیان تو اپنے پرس کی طرف اٹکا تھا۔ بیس ہزار تو شروع سفر میں ہی اس نے فیصل کو پکڑوادیے تھے اور کے پچاس ہزار میں سے بھی پانچ سات ہی اس کے پاس بچے تھے۔

اب یہ ستر ہزار فیصل کے لیے تو شاید ستر روپوں کے برابر تھے۔ مگر عافیہ جیسی کنگلی کے لیے تو ایک بڑی رقم تھی۔ مگر فیصل بے فکر تھا۔

"اب مجھے شاپنگ بھی تم ہی کرواؤ گے۔ میرا پرس تو خالی ہوچکا۔" عافیہ نے اس کے شانے پر سر رکھتے ہوئے کہا تو لمحہ بھر کے توقف کے بعد وہ بولا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔ ہم

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

یہاں ابو کے خوامخواہ ہی سیو تحفظ آرا رہے ہیں۔ آگے چل کے پتا نہیں کیسے حالات ہوں۔ ابھی دو ابھی پہ شاید کرائے کا گھر بھی لینا پڑے۔" عافیہ کو جھٹکا سا لگا۔

"کرائے کا گھر؟"

"سیدھا گھر لے جا کے ابو سے جوتے کھاؤں گا کیا؟" وہ مسکرا دیا۔

"وہ ہمارا بھی گھر ہے فیصل! اب میں بہو ہوں اس گھر کی۔" اس نے اپنے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے کہا۔ فیصل کی گرفت اس کی کمر پر اور مضبوط ہوئی۔

"میں نے کب انکار کیا ہے جان! مگر براہ راست ابو سے ٹکر لینا دانش مندی نہیں ہے۔ پہلے تو جا کے امی ابو کو رام کرنا پڑے گا۔ ان کے ذہن میں تمہارے لیے جگہ بنے گی تو گھر میں خود بخود ہی بن جائے گی وہ غصے میں عاق بھی کر سکتے ہیں مجھے۔"

آگے کی مشکلات کا اندازہ کر کے عافیہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

عمر بہت پرجوش سا مٹھائی کا ڈبہ لے کر گھر آیا۔ مگر زینی کا موڈ اس قدر خراب تھا کہ اسے کوئی تجسس نہ ہوا اور سب کام چھوڑ چھاڑ کمرے میں آ گئی۔

تھوڑی دیر بعد امی کی پکار سنی تو اسے مجبوراً ان کے کمرے میں جانا پڑا۔ دونوں ماں بیٹا جانے کس بات پہ کھلے پڑ رہے تھے۔ مٹھائی کا ڈبہ بیچ میں کھلا پڑا تھا۔

"تم کہاں رہ گئیں۔" امی کو اس نے اتنے دنوں میں پہلی بار خوشی کے اس تاثر میں دیکھا تھا۔

"میں نے کہاں ہونا ہے۔ وہی گھر کے کام کاج۔ کچن کی ڈیوٹی اور واشنگ مشین۔" اس کا انداز لٹھ مار تھا۔ عمر نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔ مگر زینی کا ارادہ اس سے دبنے کا قطعی نہیں تھا۔ اگر وہ عافیہ کی یادوں میں ڈوب کر زندگی گزار سکتا تھا تو وہ بھی اپنا غصہ نکالنے میں آزاد تھی۔

"اچھا۔ وہ سب تو ہوتا رہے گا۔ آ کے مٹھائی تو کھاؤ۔" امی نے ماحول کو خوشگوار ہی رکھنا چاہا۔

مگر زینی کا خوامخواہ کی سوت جتانے کا کوئی موڈ نہ تھا۔

"یہاں کون سی کام والیاں بیٹھی ہیں۔ میں ہی ختم کروں گی نا اور میرا میٹھا کھانے کا موڈ نہیں ہے۔" عمر کے تاثرات میں سنجیدگی اتر آئی۔ ایک شکایتی نظر امی کو دیکھ کر وہ اٹھ گیا۔

امی آوازیں دیتی رہیں مگر وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔

(اچھا ہے نا۔ میرا دل جلانے والوں کا دل بھی جلنا چاہیے) زینی مطمئن ہوئی۔ امی کو تاسف ہوا۔

"خوامخواہ موڈ خراب کر لیا۔ اتنی عالیشان پوسٹ پہ نوکری ملی ہے میرے بیٹے کو۔ آج تو خوشی کا دن تھا۔" زینی نے چونک کر انہیں دیکھا۔

☼ ☼ ☼

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا۔ یہ کون سے طریقے اپنا رہی ہو تم۔ بجائے اس کے کہ تم وہاں اپنی ایک اہمیت بناتیں الٹا اپنی حیثیت بھی کھو رہی ہو۔"

ساجدہ فون پر ہی اس پہ چڑھ دوڑی۔ زینی جز بز ہوئی۔

"کون سی حیثیت۔ نوکرانی بنا لیا ہے مجھے۔"

"حکومت۔ اپنا گھر ہے وہ تمہارا زینی! یہ کیوں نہیں سوچتیں۔" ساجدہ نے زور دے کر کہا۔ "یہاں بھی تو بیگار کاٹ رہی تھیں مفت کی۔" وہ بیاحیت سے بولی۔

"اپنوں سے مل کر اپنا گھر بنتا ہے ساجی! اب خالی اینٹ پتھروں سے ساری عمر سر پھوڑتی رہوں۔"

"یا اللہ۔ اس لڑکی کو کیسے سمجھاؤں۔ جو قیامت ان لوگوں پہ گزری ہے اس سے سنبھل تو لینے دو انہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

عمر اندر داخل ہوا تھا۔ زینی نے آواز بڑھائی۔ ظاہر یونہی کیا جیسے اس کی آمد سے انجان ہو۔

"ہاں۔ ان ہی پہ تو قیامت گزری ہے۔ مجھے تو کوئی دکھ کوئی غم ہے ہی نہیں جیسے۔ میرا بھی تو نکاح ہونے والا تھا عاقب سے اس روز۔ میری زندگی برباد نہیں ہوئی کیا؟"

عمر نے سب اچھی طرح سنا۔ زینی کی اونچی آواز بھرپور لہجہ وہ اب پیچھے تیز قدموں سے چلتا ماں کے کمرے میں چلا گیا۔ زینی کھل کے مسکرا دی۔

(اب پتا چلے گا موصوف کو۔ اتنی گئی گزری نہیں ہوں۔ ان کی منگیتر تھی تو میرا بھی ایک عدد منگیتر تھا)

☼ ☼ ☼

فیصل نے شاید کسی دوست کے ذریعے پہلے ہی بندوبست کر رکھا تھا۔ واپسی پہ وہ اسے سیدھا کرائے کے گھر میں لایا۔

دو کمرے ایک باتھ ایک کچن مختصر سا صحن اور بس۔

عافیہ کا دل بیٹھنے لگا۔

"یہاں رہیں گے ہم؟"

"ابھی تو قیوم کی مہربانی ہے جو یہ ہلکا پھلکا سامان ارزانی میں خرید کے گھر سیٹ کروا دیا ہے اس نے۔" فیصل مطمئن تھا۔

عافیہ نے اس "عالیشان" سامان کو دیکھا۔ کوئی بیڈ یا چارپائی نہ تھی۔ زمین پر ڈبل بیڈ کا گدا بچھا کر اور صاف ستھری بیڈ شیٹ ڈال دی گئی تھی۔ سائیڈ پہ رکھی دو کرسیاں اور بس۔ یہ ان کا بیڈ روم تھا۔

اس نے ساتھ والے کمرے میں جھانکا۔ وہ خالی بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ البتہ کچن میں چولہا سیٹ تھا اور کاؤنٹر پہ ہی ضرورت کے برتنوں کا ڈھیر رکھا تھا۔ جو شاید نئے ہی خرید کے لیے گئے تھے۔ عافیہ کا بی پی لو ہونے لگا۔

"کم از کم اچھا سا فرنشڈ تو کروا لیتے فیصل! بالکل کسی غریب کی کٹیا لگ رہی ہے۔" وہ صدمے کی کیفیت میں تھی۔ مگر وہ بے فکر تھا۔

"کر لیں گے یار! پریشان کیوں ہوتی ہو۔ کون سا تم نے یا میں نے نوکری چھوڑ دی ہے۔" عافیہ نے تنک کر کہا۔

"تم سے شادی کے بعد بھی میں ٹکے ٹکے کی نوکریاں کرتی پھروں؟"

"مگر اف یار! تم تو آزمائش کی پہلی سیڑھی پہ ہی تھک کے بیٹھ گئی ہو۔ کیا میں نے تمہیں پہلے سے یہ سب نہیں بتایا تھا؟" وہ بھی خفا ہوا تو عافیہ ٹھنڈی پڑ گئی۔

"مگر کب تک فیصل۔ پلیز اپنے گھر والوں سے بات کرو۔ مجھے ایسے گھر میں رہنے کی عادت نہیں ہے۔" اب کی بار اس کا انداز التجائیہ تھا۔ فیصل کے لبوں پہ مسکراہٹ کھیل گئی۔

"اوکے ڈیر! اپنا زمینی بیڈ تو چیک کریں۔" ہاتھ بڑھایا مگر وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئی۔

"اس سے بہتر ہے کہ میں جا کے کچن کا چولہا چیک کروں اور چائے بناؤں۔ ٹینشن سے سر درد شروع ہو گیا ہے۔"

اس کے جانے کے بعد فیصل گدے پر اطمینان سے نیم دراز ٹانگ پہ ٹانگ جمائے گنگنانے لگا۔ اس کے انداز و اطوار میں بلا کا اطمینان تھا۔

☼ ☼ ☼

عمر کو اچھی جاب کی وجہ سے بہت خوب صورت گھر بھی ملا اور شان دار گاڑی بھی۔

"امی! یہاں سے کچھ بھی نہیں لے جائیں گے سوائے کپڑوں اور انتہائی ضروری چیزوں کے۔ ویل فرنشڈ گھر ملا ہے۔" عمر نے مسکرا کر کہا تو وہ خدا کا شکر بجا لائیں۔

صائقہ بھابھی تو تفصیل سن کر ہی برافروختہ ہو گئیں۔

"امی جی۔ آپ چلی جائیں گی تو میں یہاں اکیلی کیسے رہوں گی؟" ان کے لہجے کا ادب و احترام بہت اجنبی سا تھا۔ امی نے بے بسی سے عمر کی طرف دیکھا۔ مگر وہ صائقہ بھابھی کی رگ رگ سے واقف تھا۔

عثمان بیرون ملک گیا تب عمر پڑھ رہا تھا اور ابھی وہ نوکری پر بھی نہیں لگا تھا کہ صائقہ بھابھی نے خرچوں کے بڑھ جانے کا رونا رو کر اپنا ہر خرچ الگ کر لیا تھا۔ اور نہ ہی کبھی عثمان کو توفیق ہوئی تھی کہ وہ بھائی نہ سہی

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

بل ہی کا خرچ الگ ہے بھجوا دیتا۔

"آپ ابی امی کو بلوالیں یا پھر بھائی کے پاس چلی جائیں۔" عمر نے صاف چٹ انداز میں کہہ دیا۔

وہ دل مسوس کے رہ گئیں۔ بڑے سے لان والا شان دار سا گھر ان کی آنکھوں کے آگے ناچ رہا تھا۔

انہوں نے کچن میں پوچا لگاتی زینی کو حسد اور رشک کی ملی جلی نگاہ سے دیکھا۔

(اس بے وقوف کو پتا ہی نہیں کیسا روشن ستارہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہے)

☼ ☼ ☼

نئے گھر میں آکر زینی تو گویا قوت گویائی ہی کھو بیٹھی۔

"یہ ہمارا گھر ہے؟" اس نے بے اختیار ہی پاس کھڑے عمر کا بازو ہلا کر پوچھا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ جل سی ہو گئی۔ فوراً بات بدلی۔

"مطلب یہ آپ کو ملا ہے؟"

"ہوں۔" وہ مبہم انداز میں کہہ کر اسی کو بازو کے گھیرے میں لے کر ادھر ادھر گھومتے پھرتے گھر دکھانے لگا۔ زینی اسے پیچھے سے زبان چڑا کر رہ گئی۔

اس نے خود ہی خوشی خوشی سارا گھر ہاتھوں سے چھو چھو کر دیکھا۔ (کاش! عافیہ یہاں ہوتی۔ جل کے مر جاتی وہ تو۔)

اسے ہنسی آئی۔ واقعی عافیہ نے خوب کہہ کر ہی تو عمر کو ٹھکرایا تھا اور اب اگر وہ عمر کے ٹھاٹ دیکھ لے تو۔

وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔

ٹھنڈے میٹھے رواں پانی جیسی شفاف ہنسی۔

اندر سے نکلتے عمر نے بے اختیار مڑ کر اس من موجی کو دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

ایک ہفتے کے اندر اندر گھر میں کام کرنے والی اور ساتھ ہی کھانا پکانے والی عورت بھی آگئی۔

زینی کو لگا اب وہ ملکہ بن کے بس بیڈ پہ بیٹھی حکم چلایا کرے گی۔ مگر چند دنوں میں ہی اسے ہر شے پر دھول کی تہیں دکھائی دینے لگیں۔ آرام کر کر کے ہڈیاں دکھنے لگیں تو وہ کام والی کے سر پہ کھڑی ہو کے کام کروانے لگی۔

مگر کھانا پکانے والی کا کیا کرتی؟ اپنے ہاتھ کے کھانے کی ایسی عادت پڑی تھی کہ باورچن کے ہاتھ کا پکا پسند ہی نہ آتا۔

امی بے چاری شاید موت میں گزارا کر رہی تھیں۔ مگر زینی کی اس روز والی منہ ماری کے بعد انہوں نے لب سی لیے تھے جب وہ کام کے بوجھ کی شکایت کر رہی تھی۔

"عمر۔ کہاں ہوتے ہو تم۔ گھر میں بھی ٹائم دیا کرو۔" امی اس پر خفا ہونے لگیں۔

"نئی نئی جاب ہے اور پھر اتنی بڑی پوسٹ۔ میں نااہلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا۔" اس نے مسکرا کر امی کو منایا۔

انگوروں سے بھری پلیٹ گود میں رکھے ٹی وی پہ نظریں گاڑے بیٹھی زینی نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ اسے عمر کی مسکراہٹ اچھی لگی تھی۔

"بیٹا جی! شادی بھی نئی نئی ہوئی ہے آپ کی۔ اور یہ بھی کوئی چھوٹی موٹی پوسٹ نہیں ہے۔ پھر یہاں اتنی نااہلی کا مظاہرہ کیوں ہو رہا ہے؟"

امی کا وار او شاید اس کے گال سینکنے کا تھا۔

زینی کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ انگور کا دانہ نوچنے لگی۔ وہ تو امی کو عمر سے ملا ہوا سمجھ رہی تھی (منافقت بھابھی کے بقول)

"وہ حکم کریں آپ۔" خوش حالی نے عمر کے موڈ پر بھی بہت اچھا اثر ڈالا تھا۔

"موسم بدل رہا ہے بیٹا! زینب کو مارکیٹ لے جاؤ۔ شاپنگ کروالاؤ۔ وہ تو اتنی صابر ہے منہ سے بھی کہے گی نہیں۔ مگر تمہیں تو اپنے فرائض کا خیال رکھنا چاہیے نا۔"

زینی کا دل بلیوں اچھلا۔ شاپنگ۔ زندگی میں پہلی بار۔ مگر عمر شاید کچھ کہہ رہا تھا۔

"میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہے۔ کل ڈرائیور بھیج دوں گا گاڑی کے ساتھ۔ جتنی بھی چاہے شاپنگ کر لے۔"

"تو۔ اب یہ ڈرائیور کے ساتھ جا کے خریداری کرے گی۔"

امی ناراض ہو گئیں۔ زینی کا جی چاہا ان سے کہے "شاپنگ ہی کرنی ہے نا جس کو چاہے بھیج دیں بلکہ چپڑاسی کو بھی بھیج سکتے ہیں۔" مگر پھر دل کو بجھا بجھا سا پا کر اس کا یہ جملہ اندر ہی رہ گیا۔

(کیا یہ دل عمر کا ساتھ مانگ رہا ہے؟)

اسے اس سوچ کے ساتھ ہی خود پر بے یقینی ہوئی۔

☼ ☼ ☼

پہلی تنخواہ ملتے ہی گھر کے اخراجات پہ اٹھ گئی۔ بینک سے وہ پہلے ہی اپنی تمام بچت نکلوا کر ہنی مون پر اڑا چکی تھی۔

فیصل اپنے باپ سے جو جب خرچ لایا' وہ عافیہ کی تنخواہ سے بھی کم تھا۔ بمشکل گھر کا کرایہ اور بل ہی ادا ہو سکے۔ عافیہ تو تڑپ ہی اٹھی۔

"اب ایسے گزارا کریں گے ہم؟"

"سویٹ ہارٹ' پیار محبت میں تو بھوکا رہ کے بھی گزارا ہو جاتا ہے۔"

اس نے عافیہ کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا مگر عافیہ کو اس کا وارفتہ انداز بالکل نہ بھایا۔

"تم کر سکتے ہو گے مگر میں نہیں۔" اس نے بے دید لحاظ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

(کہیں اسے کرائے کے مکان میں رکھ کے وہ بھول ہی نہ جائے) فیصل نے اسے خاصی ناراضی سے دیکھا۔

"بس یہ تھی تمہاری محبت؟" عافیہ سنبھلی۔

"میں نے اس طرح کی زندگی کا خواب نہیں دیکھا تھا فیصل۔" آگے بڑھ کے وہ اس سے لپٹ گئی۔

"اپنے ماں باپ کو تو چھوڑ ہی آئی ہوں۔ یہاں بھی تم تنہائی کی مار دے رہے ہو۔ میں نے تو سوچا تھا کہ تمہارے والدین میرے سیلف باپ کی کمی کو پورا کر دیں گے۔" وہ بھی ذرا سے پیار کی۔" رقت آمیز لہجے میں بولتی فیصل کو لمحہ بھر کو چپ کروا گئی۔

"تمہیں اچھا لگتا ہے کہ خود تم لاکھوں کی گاڑی میں سفر کرتے ہو اور تمہاری بیوی بسوں میں خوار ہوتی ہے اور پھر سب سے بڑھ کے یہ کہ اتنے امیر شخص کی بہو ہو کر معمولی سی جاب کر رہی ہے۔"

فیصل نے اسے خود سے الگ کیا اور بہت ٹھنڈا سا ہو کر گدے پر جا لیٹا۔

"اس گھر کو دیکھو کیا یہ تمہارے رہنے کے قابل ہے؟ جہاں نہ سونے کو بیڈ ہے نہ بیٹھنے کو صوفہ۔" وہ جذباتی ہو رہی تھی۔ فیصل سنجیدگی سے بولا۔

"اور اگر یہ سب ہمیں کبھی نہ ملے۔ ابو مجھے عاق کر دیں تب؟"

عافیہ کا دل پتے کی مانند لرزا۔ وہ ایسا سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"تمہیں اپنا حق ہر حال میں لینا ہو گا فیصل۔ مجھے دنیا کے سامنے تماشا بناؤ گے؟" اس نے بھیگے بھیگے لہجے میں کہا۔

"کس بات کا تماشا؟ شادی کا وعدہ کیا تھا میں نے وہ نبھا دیا۔" فیصل مطمئن تھا۔

"مگر میں اس گھر کی بہو بھی بننا چاہتی ہوں فیصل! مجھے اپنے گھر کا مان بھی چاہیے۔" وہ ضدی ہونے لگی۔ اس کی ماں اکثر کہا کرتی تھیں۔

"مقدر سے اتنی ہی ضد لگانی چاہیے' جتنی اپنے اختیار میں ہو۔ جہاں معاملہ اختیار سے باہر لگے وہاں اپنی ضد چھوڑ کر خدا کی رضا مان لینے ہی میں عافیت ہے۔"

مگر عافیہ نے کبھی اس جملے کی گہرائی میں اتر کر کوئی سبق لیا تھا۔

"تمہارا گھر وہی ہے جہاں میں ہوں عافی۔ اس گھر اور اس کے مکینوں سے تمہارا کیا واسطہ؟"

وہ جیسے عافیہ کو آزما رہا تھا۔ مگر عافیہ اس امتحان میں کسی طور پورا اترنے کو تیار نہ تھی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"وہ جس قدرت نے ہمارے نصیب میں لکھے ہیں فیصل پھر کیوں نہ ان سے مستفید ہوا جائے۔"

"بہر حال۔ فی الحال تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب تک ابو کو منا نہ لوں۔ وہ تو پہلی فرصت میں ہی مجھے شبانہ سے بیاہ دیں گے۔ مسلسل زور دے رہے ہیں شادی پر۔" فیصل نے بات ختم کر دی۔

"تم از کم اب آفس تو سنبھال لو فیصل! اب تک صرف گاڑی کا پیٹرول پھونکتے رہو گے۔"

عافیہ کو اس کی لاپروائی اب کھٹکنے لگی تھی۔ حالانکہ اس کا یہ بے نیاز اور لاپروا سا انداز ہی عافیہ کو لوٹ کر لے گیا تھا۔

لاکھوں کی گاڑی میں بیٹھا خوش شکل سا مرد منٹوں میں اس پر لٹو ہو گیا تھا۔ یہ کیا کم مرنے والی بات تھی۔

"لوگ دو ایک ماہ انتظار کر لو۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" فیصل نے تحمل سے کہا تو وہ بھڑک گئی۔

"مگر مجھے پیسہ چاہیے۔ جب تک بھی یہاں رہنا ہے۔ کم از کم اپنے معیار کے مطابق تو کر لوں اس گھر کو۔" اس بار جیسے وہ زچ آ کر بولا۔

"تم اپنا زیور کیوں نہیں بیچ دیتیں؟"

عافیہ دنگ سی اسے دیکھنے لگی۔

☼ ☼ ☼

عمر نے ماں کی ہدایت ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دی۔ اسے شاپنگ کے لیے لے جانے ڈرائیور ہی آیا تھا۔ امی کو سخت غصہ آیا۔ اب جوان جہان لڑکی کو ڈرائیور کے ساتھ کیسے بھیجتیں۔ خود ساتھ ہو لیں۔

بہت برے دل کے ساتھ اس نے شاپنگ کی۔ گھر آ کے اس کا ایک بھی چیز کھول کے دوبارہ دیکھنے کا دل نہ چاہا۔

تو کیا ساری زندگی وہ یونہی بتانے والا تھا؟ عافیہ جیسی شکیل اور بے حیا لڑکی کی یادوں میں کھو کر۔ اسے عافیہ یاد تھی۔ عافیہ کی بدکرداری وہ بھول گیا تھا کیا؟ زینب کو اپنی کیفیت کچھ سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ ڈھیروں کپڑے لتے، جوتے، جیولری۔ مگر پلڑے میں تمام چیزیں رکھ کے بھی۔ عمر والا پلڑا بھاری تھا۔

امی کمرے میں آئیں تو وہ رو رو کر بے حال ہو رہی تھی۔ وہ حد درجہ پریشان ہو گئیں۔

زینی کی ایک ہی رٹ۔

"کراچی جانا ہے۔ تایا ابا سے ملنا ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

امی نے ایک جھجک کر عمر کو فون کیا۔ منٹوں میں وہ گھر پہ تھا۔

"پگلی چکی تھی۔ جانے اکیلے میں بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا۔" عمر نے دیکھا رو رو کر اس کی آنکھیں سوج رہی تھیں۔

پھر امی نے کراچی چلنے کا حکم صادر فرما دیا۔ زینی کے دل میں ٹھنڈک سی اترنے لگی۔ مگر عمر بدک گیا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں امی۔ اس گھر میں۔"

"جو قسمت میں لکھا تھا وہی لے کے آئے تھے ہم۔ منہ زبانی کہہ دینے سے خون کے رشتے نہیں ٹوٹا کرتے عمر۔" امی کا انداز نادر ہی تھا۔

عمر جب سا ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔ پھر جھنجلا کر باہر نکل گیا۔ اگلے روز اس نے امی اور زینی کو ٹرین میں بٹھا دیا۔

"میں فارغ نہیں ہوں ابھی۔ جب آنا ہو بتا دیجیے گا۔ واپسی پہ خود لینے آؤں گا۔"

اس کی نئی نوکری تھی پھر اونچی پوسٹ۔ امی چپ ہو رہیں۔ زینی نے لاتعلقی سے منہ پھیر لیا۔ عمر لب بھینچے کھڑکی سے پیچھے ہٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

تائی اماں اس سے لپٹ کے یوں بین کر کے روئیں جیسے ان کی سگی بیٹی سامنے آ گئی ہو اور تایا ابا کو دیکھ کر تو ان کی بے بسی اور بے چارگی نے زینی کو بھی رلا رلا ڈالا۔

بارعب اور دبنگ سے تایا ابا لاچاری کی علامت بنے بستر پہ پڑے تھے۔ ہلنے جلنے سے معذور۔ زبان کو بھی فالج مار گیا تھا۔ زینی کو دیکھ کر غوں غاں کرتے

آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تو وہ ان کے سینے سے لپٹ کر رو دی۔

کیسی بدنصیب ہوتی ہیں وہ بیٹیاں جو اتنے شان و شوکت والے باپوں کے شملے مٹی میں رول کر ان کو یوں بستر سے لگا دیتی ہیں۔

ابا جیسے مضبوط آدمی کو وہ بڑے دھکے سے بھی ہلا نہ سکتے تھے مگر عافیہ جیسی کمزور بیٹی نے ایک ہی جھٹکے میں ان کی کمر زمین سے لگا دی تھی۔

شاید اسی لیے بیٹی کوئی نہیں مانگتا؟

عاقب بہت بدل گیا تھا۔

وہ عاقب جس کی آنکھوں میں بے تکلفی آمیز بے باکی ہوتی تھی۔ اب جیسے زینی کے سائے سے بھی بچ رہا تھا۔ بات کرتا بھی تو یوں جیسے کسی انجان اجنبی سے گفتگو ہو رہی ہو۔ زینی کا دل وہاں سے اچاٹ ہونے لگا۔

زینی نے دل و جان سے تایا ابا کی خدمت کی۔ اس گھر میں کوئی بھی عافیہ کا ذکر نہیں کرتا تھا۔ زینی کو واضح اہمیت دی جا رہی تھی۔ تائی اماں تو جیسے میکے آئی بیٹی کی طرح بچھی ہوئی تھیں۔ زینی کو شدت سے احساس ہوا کہ یہ سب عمر کی بیوی ہونے کا اعجاز ہے۔

امی نے عمر کو فون کر دیا تھا۔ وہ انہیں لینے آ رہا تھا۔ ساتھ ہی تایا ابا کی خبر گیری بھی ہو جاتی۔

اور پھر جس روز عمر آیا زینی کے چہرے پر انوکھی سی چمک اتر آئی۔ زینی نے دل لگا کے عمر کی پسند کی بریانی اور اچار گوشت بنایا۔ نرم چپاتیاں اور کھیرے کا کچومر سلاد اور ڈھیر سارا لیموں نچوڑ کے۔ میٹھے میں فروٹ کسٹرڈ۔ گرما گرم روغنی نان عاقب لے آیا۔

مگر عمر نے اس پر ایک نگاہ بھی نہ ڈالی تھی۔ یوں جیسے وہ کسی اور کی بیوی ہو۔ جبکہ وہ کھانے کے دوران بڑھ بڑھ کے اسے ڈشیں پیش کر رہی تھی۔

وہ تائی اماں سے باتیں کر رہا تھا۔ امی سے ہنس بول رہا تھا۔ مگر عاقب نے بھانپ لیا کہ وہ زینی کو مسلسل نظر انداز کر رہا تھا۔

زینی نے رو رو کے برتن دھوئے۔

تب ہی ایک بے حد عجیب سی بات ہوئی۔ جو پچھلے ایک ہفتے سے نہ ہوئی تھی۔ وہ برتن دھو کر سلیب صاف کر کے پلٹی تو چہرے پر شکست و ریخت کے نشانات موجود تھے۔ عاقب کو غیر متوقع طور پر سامنے پا کر زینی نے بوکھلا کر دوپٹے سے چہرہ رگڑا۔

"تم رو رہی ہو؟" وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نن۔ نہیں تو۔ میں کیوں روؤں گی۔" وہ مڑ گئی۔ باہر نکلنا تھا مگر اسے عجیب سا لگا۔ عاقب کچن کے دروازے کے عین درمیان میں پھیل کے کھڑا تھا۔

"مجھ سے تو جھوٹ مت بولو زینی! جان گیا ہوں میں۔ اصلیت دیکھ لی ہے میں نے۔ عمر اور تمہارے درمیان پھیلی سرد مہری۔" وہ جذباتی ہونے لگا۔

زینی کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

"وہ میرا شوہر ہے عاقب! اور تم خواہ مخواہ کے اندازے مت لگاؤ۔ بس تھوڑا خفا ہے مجھ سے۔ اتنے دن زبردستی جو رہ لی یہاں۔"

اس نے عاقب کی بدلتی نگاہوں کو سرعت سے محسوس کر لیا تھا جب ہی پرزور انداز میں اس کی نفی کی۔ مگر وہ جانے کیسے اندر کا بھید پا گیا تھا۔

"جھوٹ اس سے بولو جو تمہیں جانتا نہ ہو زینی! میں تو تمہاری چال سے تمہاری نگاہوں کے انداز سے پہچان سکتا ہوں کہ تم ابھی تک وہی زینی ہو۔ منہ بند کلی۔"

بے باک تو وہ پہلے بھی تھا۔ مگر آج کھلا ڈلا انداز۔

زینی کو اپنے کانوں کی لوئیں تپتی محسوس ہوئیں۔

"میں عمر کی بیوی ہوں عاقب! میرے راستے سے ہٹو۔" اس نے لہجے میں درشتی سمو کر بمشکل کہا۔

"پاگل مت بنو زینی۔"

وہ آگے بڑھ آیا۔ اس کے انداز میں وارفتگی اور لہجے میں دیوانہ سا جوش تھا۔

"ابا نے نکاح والے دن ہی عمر سے کہہ دیا تھا کہ فی الحال وہ تم سے نکاح کر کے اپنی عزت بچالے بعد میں بے شک تمہیں طلاق دے دے۔ وہ تو راضی ہی نہیں تھا تم سے شادی پر۔"

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"فضول باتیں مت کرو۔ مجھے جانے دو۔" زینی کو اس سے خوف محسوس ہوا۔

"یاد کرو زینی! ہم دونوں کتنے خوش تھے اپنے رشتے سے اس روز نکاح طے تھا ہمارا۔"

وہ اسے بہکا رہا تھا۔ واپسی کی راہ دکھا رہا تھا۔ مگر زینی ان بہکاووں سے نکل چکی تھی۔

"میں صرف اس لیے خوش تھی کہ تم سے شادی کے بعد شاید اس گھر میں میری حیثیت کچھ بہتر ہو جائے۔ کبھی تم نے دیکھا۔ کیسے عافیہ اپنی اترن۔ اپنے کپڑے گہنے تک مجھے دان کرتی تھی۔ آج تک اس گھر میں میرے لیے کوئی نیا جوڑا نہیں بنا۔ میں تو اسی لالچ میں تمہارے سنگ رشتے سے بندھ گئی کہ اس گھر کی سوچ کر شاید مجھے اس اترن سے نجات مل جائے اور اترن بھی وہ کہ جسے میرے بدن پر دیکھ کر عافیہ رہ نہیں سکتی تھی اور کتنی ہی بار اس نے اپنے دیے ہوئے جوڑے مجھ سے اتروائے ہیں۔ تمہیں تو پتا بھی نہیں عاقب۔ ان حالوں میں گزارہ کرتی رہی ہوں میں یہاں اور تم۔ تم مجھے میرا ماضی یاد کرا رہے ہو؟" وہ بے حد تلخ اور اذیت پسند ہو رہی تھی۔ آنسو بنا شعوری کوشش کے بہے جا رہے تھے۔

"بھول جاؤ عاقب۔ جیسے میں نے بھلا دیا اس ماضی کو۔ میں کسی کے نکاح میں گئی ہوں تو دل کی پوری رضامندی کے ساتھ۔ اب وہ برا کرے یا بھلا میری قسمت۔" اس نے ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑیں۔

عاقب کا رنگ بدل گیا تھا۔ اسے امید نہ تھی کہ زینی کیسا آئینہ اس کے سامنے لا رکھے گی۔

کچن کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ عاقب اور زینی دونوں چونکے۔

دروازے میں عمر کھڑا تھا۔

زینی کا دل غوطہ کھا کر ابھرا۔ عمر نے عاقب کی ساری بکواس سن لی تھی۔

"چائے بنا دو چار کپ۔" وہ نارمل انداز میں بولا۔

"جی اچھا۔" زینی جلدی سے چولہے کی طرف پلٹ گئی۔ عاقب باہر نکل گیا تھا۔

زینی کا دل تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی طبیعت گھبرانے لگی۔

(جانے اس نے کیا کیا سن لیا ہو؟)

"میری چائے میں چینی ایک ٹی اسپون ڈالنا بس۔ اور پیکنگ جلدی ختم کر کے سو جاؤ۔ صبح واپس جانا ہے۔"

"جی۔" زینی کا تمام خوف اڑن چھو ہوا۔ مسکراہٹ سے چہرہ کھل اٹھا۔ پلٹ کر عمر کے تاثرات دیکھنے چاہے تو وہ جا چکا تھا۔

زینی نے طمانیت بھری سانس لی۔

"تو گویا اس نے کچھ نہیں سنا۔"

☼ ☼ ☼

فیصل جس قدر اطمینان سے دو کمروں کے اس گھر میں رہ رہا تھا اسے دیکھ کے عافیہ کو لگتا تھا کہ وہ یونہی زندگی گزارنے کی پلاننگ کیے ہوئے ہے۔ صبح ناشتا کر کے گھر سے نکلتا اور رات کے کھانے پر واپس آتا۔

عافیہ کی برداشت کی حد یہیں تک تھی۔ اسے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ اگر اس نے یونہی ہتھیار ڈالے رکھے تو فیصل کبھی بھی اسے اپنے گھر نہیں لے جائے گا۔ تبھی اس رات جب وہ گھر پہنچا تو غصے سے بھری عافیہ اس کی منتظر تھی۔

"کھانا لے آؤ جلدی سے۔"

وہ ہاتھ دھو کر تولیے سے خشک کرتے ہوئے بولا اور ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کرنے لگا۔

جلتے بھنتے دل پر پتھر رکھ کر عافیہ نے زیورات میں سے ایک سیٹ بیچ کر ٹی وی اور فریج لے لیا تھا۔

"کیوں۔ گھر سے کھا کے نہیں آئے یا وہاں تمہیں کوئی پوچھتا ہی نہیں؟"

طنز سے بھرپور یہ لہجہ اب فیصل کو اجنبی نہیں لگتا تھا۔ جب سے وہ اس گھر میں آئے تھے عافیہ کے منہ سے خوش دلی کی ساری پرتیں اترنے لگی تھیں۔

"میرا گھر ہے عافیہ! جہاں میں تمہارے ساتھ رہتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور مطلوبہ چینل لگا کر

کرسی میں دھنس گیا۔

عافیہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔

"نہیں ہے یہ ہمارا گھر۔ اور نہ ہی میں اس کا ایک بھی دن مزید رہ سکتی ہوں۔ جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ تم مجھے اپنے گھر لے کے چلو۔" وہ چلائی۔ فیصل نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"تم نے مجھ سے شادی کی تھی یا میرے گھر سے؟"

"دونوں سے۔" وہ ذرا بھی پشیمان نہ ہوئی تھی۔ "مرد کے ساتھ اس کی مضبوط مالی پوزیشن بھی دیکھی جاتی ہے۔"

"میری پوزیشن بلکہ ہر "سچویشن" تمہارے سامنے تھی پھر اب یہ چیخ پکار کیوں؟" وہ تلخی سے بولا۔

"تم نے کہا تھا "یہ چند دنوں کی بات ہے۔" مگر حقیقت تو یہ ہے کہ ہم پچھلے دو ماہ سے اس گھر کا کرایہ بھر رہے ہیں اور اپنی آمدنی میں کھینچ تان کے گزارہ کر رہے ہیں۔ نہ ہوٹلنگ نہ لانگ ڈرائیو۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے میں نے۔" وہ بددل ہو رہی تھی۔

فیصل اٹھ کے اس تک آیا اور اسے دونوں شانوں سے تھام کر پیار سے بولا۔

"کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہم دونوں مل کے اپنی دنیا بسائیں۔ مل کے محنت کریں اور خوشیوں بھرا ایک محل تعمیر کریں۔" کوئی محبت کرنے والی صاف ذہن کی لڑکی ہوتی تو شوہر کے اس محبت بھرے پیغام پر لبیک کہتی مگر وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔

"محنت۔ ہوش میں تو ہو تم؟ تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی ساری جوانی جوتیاں گھساتے دوسروں کی نوکریاں کرتے اور پھل کا انتظار کرتے گزار دیں؟"

وہ بے یقین تھی۔ فیصل کو اس کے چہرے پر خوف سا دکھائی دیا۔

"تم بھی یہ سمجھ لو کہ تمہارے فیصل کی یہی حقیقت ہے۔ بھول جاؤ اس بنگلے اور اس کے مکینوں کو۔"

وہ دونوں بازو پھیلا کر گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

"تم نے گھر میں بات کی اپنی شادی کی؟" فیصل

جھکے ہوئے انداز میں پلٹ گیا۔

"ظاہر ہے رات گھر نہ جانے کا کوئی جواز تو بنانا تھا۔"

"پھر؟" وہ بے کلی سے آگے بڑھی۔

"پھر یہ کہ اب ہمیں یہیں اپنی دنیا بسانی ہے۔"

فیصل کے اس مختصر سے جواب میں ایک قیامت چھپی تھی۔ عافیہ کو سانپ سیڑھی کا کھیل آج سمجھ میں آیا تھا۔ بڑی مہارت سے وہ ہندسوں کے بجائے سیڑھیوں سے چڑھ کر اوپر تک آئی تھی مگر ننانوے پر موجود سانپ اسے ڈسنے کی تیاری میں تھا۔ یہ اسے علم نہیں تھا۔ شارٹ کٹ استعمال کرنے والوں کو اکثر نہیں ہوتا۔

"تم۔ تم خاموشی سے لوٹ آئے۔ کیسے مرد ہو تم فیصل۔ اپنا حق نہیں مانگ سکے۔"

عافیہ کو اپنی زندگی کی گیم ختم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ بل کھا کے بولی۔

"سب کچھ کر کے دیکھ لیا اور اب معافی کرو تم بھی۔ اس ٹاپک کو کہیں دفنا دو۔ میں پہلے ہی تمہارے رویے سے ڈپریس ہو رہا ہوں۔ مجھے نہیں پتا تھا تم اس قدر مادیت پرست ہو۔ بجائے مجھے حوصلہ دینے کے تم اس بنگلے کو رو رہی ہو۔"

وہ تلخ ہونے لگا۔

مگر عافیہ کو اپنے کسی فعل یا لفظ پر ذرہ برابر بھی شرمندگی نہ تھی۔

اسے تو اپنا نقصان سر پہ ہاتھ رکھ کے رونے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس کی طرف سے مایوس ہو کر فیصل خود ہی کچن میں کچھ کھانے کے لیے دیکھنے چلا گیا۔

☼ ☼ ☼

وسیع و عریض شان دار بنگلے کو رشک و حسرت سے دیکھتے ہوئے عافیہ نے ڈور بیل پر ہاتھ رکھا۔

ذرا دیر کے بعد چوکیدار نے چھوٹا گیٹ وا کیا۔

"وقار صاحب سے ملنا ہے میں نے۔" وہ ذرا سا سنبھل کر بولی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"کون سے صاحب سے ملنا ہے بی بی؟" پٹھان چوکیدار نے اپنے مخصوص انداز میں پوچھا۔

عافیہ اس وقت بہترین لباس پہنے ہوئے تھی۔ نازک سی گولڈ جیولری اور ہاتھ میں قیمتی پرس۔ وہ اس گھر کے مکینوں پر اپنا پہلا امپریشن بہت اچھا ڈالنا چاہتی تھی۔

"فیصل صاحب۔ فیصل کے گھر والوں سے۔"

چوکیدار نے چند لمحے الجھی نظروں سے عافیہ کو دیکھا۔ پھر جیسے سمجھ آنے پر سر ہلایا۔

"او۔ اچھا۔ فیصل کا مہمان اے۔ وہ تو بڑے صاحب کو فیکٹری لے کر گیا ہے۔"

"اس کی امی تو ہوں گی گھر پہ۔" عافیہ غصہ دباتے ہوئے بولی۔ اس چوکیدار کو تو وہ ضرور سبق سکھائے گی۔

"ہاں۔ وہ اے۔" چوکیدار نے سر ہلایا تو وہ تنگ آ کر بولی۔

"مجھے اندر تو آنے دو۔ ان سے ملنا ہے میں نے۔ رشتہ دار ہوں ان کی۔"

چوکیدار نے مشکوک نظروں سے سر تا پا اسے دیکھا اور پھر دروازے سے پیچھے ہٹ گیا۔

اندر داخل ہوتے ہی عافیہ کی طبیعت بشاش ہو گئی۔ وسیع و عریض لش گرین لان۔ پورٹیکو میں کھڑی دو شاندار گاڑیاں۔ وہ ماربل کی روش پر چلتی مسحور سی تھی۔ اسے لگا جیسے اس کے خواب آج تعبیر پا گئے ہوں۔

"بی بی۔ کدر جاتا اے؟" چوکیدار کی کرخت آواز اسے یک لخت ہوش میں لائی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟" وہ غصے سے بولی۔

"اندر کدر جاتا اے بی بی! تم تو فیصل کی اماں سے ملنے آیا تھا۔" وہ تذکیر و تانیث کی ایسی کی تیسی کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ تو؟" عافیہ نے اسے پھاڑ کھانے والے انداز میں دیکھا۔

"وہ اور اندر نہیں اے۔ ان کی رہائش پیچھے اے۔" چوکیدار نے بیزاری سے کہا۔ وہ چپ سی ہو گئی۔ پھر محتاط انداز میں پوچھا۔

"پیچھے کیا ہے؟"

"او سب ملازموں کے سرونٹ کوارٹر ہیں۔"

چوکیدار کے لبوں نے الفاظ نہیں، اس کے کانوں میں تیزاب انڈیلا تھا۔

"اور فیصل۔ وہ کہاں ہے؟" عافیہ کی دنیا داؤ پر لگی تھی۔

وہ دنیا جس کے لیے اس نے اپنی آخرت داؤ پر لگا دی تھی۔

"اس کا کوارٹر بھی ادر ای اے۔ ڈرائیور ہے وہ بڑے صاحب کا۔ گھر کی گاڑی بھی چلاتا ہے اور فیکٹری والی بھی۔"

"ڈرائیور۔ ڈرا۔ ڈر۔"

تیز رفتار ٹرین عافیہ کے وجود کے پرخچے اڑاتی گزری تھی۔ وہ بے یقینی سے چوکیدار کو دیکھنے لگی۔

"آج کل تو وہ ڈیوٹی کے بعد کہیں چلا جاتا اے اور نہیں رہتا۔ گھر میں کوئی کھٹ پٹ اے شاید۔"

بے حد بدحواس ہو کر وہ وہاں سے پلٹی تو چوکیدار کو خدشہ ہوا اونچی ہیل سے وہ ماربل پر پھسل ہی نہ جائے۔ مگر وہ کہاں جانتا تھا کہ عافیہ کن بلندیوں سے گر چکی ہے۔ گھر میں عافیہ نہیں، ایک طوفان لوٹا تھا۔

فیصل کے آنے تک پہلے تو وہ روتی رہی پھر اس نے گھر کا سارا سامان بکھیر ڈالا۔ برتن توڑ دیے اور ٹی وی بھی زمین پر پھینک دیا۔

اس وقت اگر فیصل اس کے سامنے ہوتا تو یقیناً اسے وہ قتل ہی کر ڈالتی۔

فیصل اپنے مخصوص وقت پر آیا۔ پاس موجود چابی سے لاک کھول کے اندر داخل ہوا تو کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور بالکل خاموشی طاری تھی۔ ورنہ اس وقت عافیہ ٹی وی لگا کے بیٹھی ہوتی تھی۔

وہ خوف زدہ سا ہوا۔ آگے بڑھ کر صحن کی لائٹ جلائی اور تیزی سے کمرے کی طرف بڑھا۔

لائٹ آن کرتے ہی اس کا دل جیسے کسی نے شکنجے میں کس لیا۔ ہر شے الٹ پلٹ تھی۔ ٹی وی ایک طرف اوندھا پڑا تھا۔ غالباً اس کی اسکرین ٹوٹ گئی تھی۔

فیصل کے ذہن میں پہلا خیال ڈکیتی کی واردات ہی کا آیا۔ وہ بے تابی سے گدے پر اوندھی پڑی عافیہ کی طرف بڑھا۔

"عافی۔ کیا ہوا میری جان؟" اس نے اسے شانوں سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ رویا رویا چہرہ، سوجی آنکھیں، بکھرے بال۔ وہ لٹی پٹی سی تھی۔ فیصل کا دل لرز گیا۔

"بولتی کیوں نہیں۔ کیا ہوا؟" وحشت کے مارے فیصل نے اسے جھنجوڑ ڈالا۔

"دنیا لٹ گئی ہے میری۔ مر گئی ہوں میں۔" وہ ہسٹریائی انداز میں چیخی تو وہ دم بخود رہ گیا۔

"چور آئے تھے یہاں؟"

"چور۔!" وہ جیسے ہنسی سے بولی۔ "کیا چوری کریں گے یہاں سے چور۔ ایک معمولی سے ڈرائیور کے گھر کیا چرائیں گے وہ۔"

فیصل ساکت سا ہوا۔ پھر اس نے طمانیت بھری سانس لی۔

"شکر ہے خدا کا۔ میں تو ڈر ہی گیا تھا کہ خدانخواستہ کوئی قیامت نہ ٹوٹ پڑی ہو۔"

اس نے تشکر کا اظہار کرتے ہوئے عافیہ کو بانہوں میں لیا تو اس نے پوری قوت اور نفرت کے ساتھ فیصل کو پیچھے دھکیلا۔

"قیامت۔ ابھی کوئی قیامت ٹوٹنی باقی ہے کیا؟" وہ دہاڑی۔

اس کے ردعمل پر فیصل کو کوئی حیرت نہ تھی۔ وہ پرسکون تھا۔ بالکل پرسکون۔

"چلو اٹھ جاؤ اب۔ منہ ہاتھ دھوؤ اور کھانا لگاؤ۔ دونوں ساتھ کھائیں گے۔"

"تم۔ دھوکے باز، فراڈیے، دو ٹکے کے ڈرائیور اور جھوٹ بولتے رہے میرے ساتھ۔" عافیہ اس کے پیچھے لپکی اور کالر سے پکڑ کے اسے کھینچا۔ وہ بھوکی شیرنی بنی ہوئی تھی۔

فیصل نے اس کا لال بھبھوکا چہرہ اور وحشت سے بگڑتے خدوخال دیکھے۔ اور نرمی سے اپنا کالر چھڑاتے ہوئے بولا۔

"میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے ایک بار بھی نہیں کہا کہ وہ بنگلہ میرا ہے۔ میں نے صرف یہ کہا تھا کہ میں وہاں رہتا ہوں۔"

"تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم وہاں ڈرائیور ہو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ سرونٹ کوارٹر میں رہتے ہو۔" وہ دہاڑی۔

"تم نے پوچھا ہی نہیں۔" وہ آرام سے بولا۔

"تم حرام۔" وہ غصے اور نفرت سے بے حال ہو کر اسے گالی دینے لگی تھی کہ اس کا مطلب پا کر فیصل نے اس کے بالوں کو جڑوں سے مٹھی میں جکڑ لیا۔

"بکواس بند۔ اب مزید ایک لفظ نہ سنوں میں۔ تم جیسی ہی لڑکیاں ہوتی ہیں جو ماں باپ کے گھروں سے بھاگتی ہیں تو پھر ایک شوہر کے ساتھ بھی گزارہ نہیں ہوتا۔ عزت راس نہیں آ رہی؟" وہ ایک بالکل مختلف فیصل تھا۔

عافیہ گنگ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر جیسے حواس میں آئی تو دیوانی ہو گئی۔ اسے نوچا، کھسوٹا، دھکے دیے، جو چیز ہاتھ میں آئی اسے دے ماری۔ مگر فیصل کے ایک زوردار تھپڑ نے ہی اسے چکرا کر گرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ گالیاں بکتا کچن میں چلا گیا۔

"امی۔!" وہ بلک اٹھی۔

ان تین ماہ میں اس نے پہلی بار ماں کو یاد کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

امی کی نظروں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہ تھا۔

"کیا بات ہے زینب۔ کیوں اتنی آزادی دے رکھی ہے تم نے عمر کو؟"

آج بھی وہ رات کے کھانے پر نہ پہنچا تھا۔ امی نے زینب کو ٹوکا تو وہ شکایتی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

"غلط بات ہے یہ۔ تمہارا شوہر ہے وہ۔ برا بھلا پوچھنے کا حق رکھتی ہو تم۔"

وہ دیکھتی تھیں، عمر بس ضرورت کے وقت ہی زینی سے مخاطب ہوتا تھا۔ اور زینی تو جیسے اس گھر کے کاموں میں ہی خود کو الجھائے ہوئے تھی۔ اس کے پاس تو عمر کو مخاطب کرنے کا بھی ٹائم نہ تھا شاید۔

"وہ تو شاید عاقبہ کو بھول ہی نہیں پائے میں نے ہی غلطی کردی۔" زینی کو زوروں کا رونا آیا۔

"تم سے کوئی بات کی ہے اس نے عاقبہ کی؟" امی پریشان ہوئیں۔

"مجھ سے کیوں کریں گے۔ خیالوں میں کرتے ہوں گے۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔ تو اس کی سادگی اور معصومیت پر وہ بے ساختہ ہنس دیں۔ پھر پچکارتے لہجے میں بولیں۔

"بڑا صاف دل ہے میرا بیٹا! تم دونوں کے درمیان غلط فہمیاں آگئی ہوں گی بس۔ ورنہ عاقبہ تو کب کی ہمارے درمیان سے نکل چکی ہے۔"

"ہاں۔ بڑے صاف دل کا ہے۔" زینی جل کر بولی۔ "کاش کہ ان کی نظر بھی اتنی ہی صاف ہوتی تو پتا چل جاتا کہ اللہ نے عاقبہ سے زیادہ خوب صورت بیوی دی ہے انہیں۔" عمر اندر داخل ہوتے ہوئے کھنکھارا۔

"السلام علیکم۔"

زینی یوں اپنی پلیٹ پہ جھکی جیسے کافی دیر سے کھانا ہی کھا رہی ہو۔

"کہاں تھے تم؟ کب سے انتظار کر رہی ہے تمہاری بیوی۔ بھوکی بیٹھی ہے تمہارے لیے۔" امی نے خود ہی اس کی خبر لینے کا سوچا تو اس نے اچٹتی نگاہ زینی کی پلیٹ پہ ڈالی۔

"اچھا۔ افسوس ہوا۔ کہیں بھوک ہڑتال پہ تو نہیں ہے آپ کی سورانی؟"

زینی کو صاف پتا چل رہا تھا کہ اس کی بھری پلیٹ پر طنز کیا جا رہا ہے۔ وہ جز بز ہوئی۔ مگر اس سے اتنی بے تکلفی ہی کب تھی کہ کوئی جواب دیتی۔

وہ اب اسی کی ڈانٹ کے جواب میں کلیم کی زیادتی اور مصروفیات کا رونا رو رہا تھا۔

زینی کھانا ادھورا چھوڑ کر تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔ دونوں ماں بیٹے نے اسے دیکھا۔

"جاؤ لے کے آؤ اسے۔ کھانا بھی ڈھنگ سے نہیں کھایا اس نے۔"

انہوں نے گہری سانس بھرتے عمر کو کہا۔ عمر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ جہاں ایک ماہ سے وہ اجنبی رہائش پذیر تھے۔

وہ کمرے میں آیا تو وہ بیڈ پر بیٹھی گھٹنوں پر تھوڑی ٹکائے بیڈ شیٹ کے ڈیزائن پر انگلی پھیر رہی تھی۔

"شکر ہے۔ میں تو سوچ رہا تھا۔ جاتے ہی آنسوؤں کے دریا کو پار کرنا پڑے گا۔" عمر کے لب و لہجے میں موجود بے تکلفی نے زینی کو چونکا دیا۔

"ہاں۔ آپ نے کون سی کسر اٹھا رکھی ہے رلانے کی۔" ناراضی سے بولی۔

"اور تم نے دل جلانے کی۔" وہ بے ساختہ بولا۔

"میں نے کب؟" زینی نے احتجاج کیا۔

"اس روز۔ فون پہ کہہ رہی تھیں شاید اپنی دوست کو۔ عاقب سے نکاح نہ ہونے کا دکھ۔" وہ یاد دلا رہا تھا۔ زینی محجوب ہوگئی۔

"وہ تو۔ یونہی۔ آپ کو جلانے کے لیے۔ مجھے تو بس نکاح کا شوق تھا۔ آپ سے ہوگیا تو ٹھیک ہے۔" عمر کا دل ہنسنے میں لوٹ گیا۔

یہ سادگی اور معصومیت۔ گھر گرہستی کے انداز۔ پچھلے تین ماہ سے ہر پلڑے میں بھاری تھی وہ۔

"تو نکاح کے بعد کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں محترمہ۔" عمر نے مسکراہٹ چھپائی۔

"آپ نے کون سے اپنے فرائض ادا کر دیے ہیں۔" وہ بے اختیار بولی پھر عمر کو دیکھ کر زبان دانتوں تلے دبائی مگر اس کا قہقہہ نکل گیا۔

"آپ تو اس طرح کے تیر چلا سکتے ہیں مجھ پر۔" وہ بیڈ سے اتر کر چپلوں میں پاؤں پھنسانے لگی۔

عمر نے اپنی تمام تر ذہنی و دلی آمادگی کے ساتھ اس کا

ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ کٹی ڈال کی طرح اس کے ساتھ آلگی۔

"تم۔ تم بھی چلاتیں تیر کچھ اپنی نظروں کے کچھ چال ادا کے۔" اس کی وحشت سے پھیلی آنکھوں میں جھانکتا وہ مخمور انداز میں کہہ رہا تھا۔ زینی کی جان ہوا ہونے لگی۔

"پے۔ آپ تو عاقبہ سے۔"

"شش۔" اس نے اپنی انگلی زینی کے نرم و گلابی ہونٹوں پر رکھی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"اس پل۔ صرف میں اور تم۔"

"تو۔ پھر کھانا۔ کھا آئیں۔ امی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

وہ خشک ہوتے حلق کے ساتھ منمنائی۔ تو وہ بے ساختہ ہنس دیا۔ زینی کو لگا اس کی زندگی میں بھی بہار کے پھول کھل گئے ہوں۔

✡ ✡ ✡

زینی خوش تھی۔ بے حد خوش۔

گزری رات اس کے دامن کو خوشیوں سے بھر گئی تھی۔ عمر وہ ناقابل تسخیر لگنے والا شخص جتنا اس کی کوشش کے یوں اس کا ہوا تھا جیسے صدیوں سے اسی کا تھا۔

مگر کچھ لوگوں کو خوشیاں اتنی آسانی سے نہیں ملا کرتیں۔ یہ محض ایک ہفتے بعد کی ہی بات تھی۔

اور یہ ایک ہفتہ اس نے عمر کے ساتھ جیسے خوشیوں کے ہنڈولے میں بیٹھ کر گزارا تھا۔ اس کے دل سے عمر اور امی کے خلاف ہر شکوہ ہر کدورت ختم ہوگئی۔

اس کو عمر کے ساتھ اس کے کسی کولیگ کے ہاں لنچ پر جانا تھا۔ آج اس کا آف ڈے تھا مگر وہ جانے کہاں نکلا ہوا تھا۔

ڈور بیل بجی تو زینی میگزین بند کرتی سیدھی ہو بیٹھی۔

"پتا نہیں یہ کہاں رہ گئے۔ اور باہر شاید کوئی آیا

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
- نئے بال اگاتا ہے
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید
- ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے

قیمت =/100 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/100 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے .... =/250 روپے
3 بوتلوں کے لئے .... =/350 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:
بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں:
بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32735021

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

ہے۔" وہ خود کلامی کرتی بستر سے اتری۔

ایک نظر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا حلیہ دیکھا۔

پرپل کلر کا سفید کڑھائی سے مزین لباس بے شکن تھا۔ کانوں میں سفید نگوں والے بندے اور ان ہی کے ساتھ کی خوب صورت سی مالا اس کی لمبی گردن کے گرد خوب صورتی سے لپٹی ہوئی تھی۔ یہ عمر کا اس کے لیے پہلا تحفہ تھا۔ اور اس کے ساتھ داہنی کلائی میں پہنا وائٹ گولڈ کا کنگن جو سفید نگوں سے مزین تھا۔ اسے خود پر نہیں۔ عمر کی زینی پر پیار آیا تو وہ مسکرادی۔ باہر سے اونچی آوازیں آئیں تو وہ خیالوں سے چونکی۔

"نجانے کون آیا ہے۔" وہ تیزی سے باہر نکلی۔ مگر پھر آنے والے کو دیکھ کر جیسے اس پر بجلی ہی گر پڑی۔

امی سے لپٹ کر ہچکیوں ہچکیوں روتی عافیہ۔ زینی کو لگا اس کے گھر کی چار دیواری کو سیلاب کی تند و تیز لہروں نے چھولیا ہو۔ امی بے حد خاموش تھیں۔

زینی کو دیکھ کر عافیہ لمحہ بھر کو تو ساکت ہی رہ گئی۔ پھر تڑپ کر اٹھی اور آگے بڑھ کے زینی کے گلے لگ گئی۔ مگر زینی کے ہاتھ اسے لپٹانے کو اٹھ نہ پائے تھے۔

"بس کرو عافیہ۔ بند کرو رونا۔" امی کی ٹھہری آواز پر وہ زینی کو چھوڑ کر پلٹی اور رومال سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے مظلومیت بھرے انداز میں بولی۔

"کچھ اپنے گناہ تو دھو لینے دیں خالہ۔ ندامت کے آنسوؤں سے غلطیوں کے نشان مٹیں گے نہیں، مگر شاید ہلکے ہو جائیں۔"

لگ رہا تھا وہ زمانے کی ٹھوکر کھا کے آئی ہے۔

"اکثر جو لوگ زمانے کو اپنی ٹھوکر میں سمجھتے ہیں زمانہ ان ہی کو ٹھوکروں پر رکھ لیا کرتا ہے۔" زینی نے سوچا۔

"زینی۔ پانی لاؤ عافیہ کے لیے۔"

امی نے اس سے کہا۔ تو وہ جلدی سے کچن کی طرف بڑھی۔ وہ تو خود وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی۔ ملازمہ کے ہاتھ کولڈ ڈرنک بھجوا کر وہ وہیں کاؤنٹر سے ٹیک لگا کے کھڑی ہوگئی۔

"بہت غلط کیا تھا میں نے خالہ! سب گھرانوں کی عزت مٹی میں ملا دی میں نے۔ بہت پچھتاوا ہے میرے دل میں خالہ۔ بہت۔ اپنی زندگی برباد ہوئی تو فلسفہ زندگی سمجھ میں آیا۔"

عافیہ کی جذباتیت بھری رندھی ہوئی آواز زینی کا دل مٹھی میں کر رہی تھی۔

امی خاموشی سے سن رہی تھیں۔ جبکہ زینی کا جی چاہ رہا تھا۔ وہ عافیہ کی طبیعت صاف کر دیں۔ اسے طعنے دیں ذلیل کریں۔ کیسے شادی کے روز وہ دو گھرانوں کی عزت داؤ پہ لگا کے بھاگ گئی تھی۔ مگر وہ شاید بھانجی کو سامنے پا کر اس کی جذباتیت کا شکار ہو چکی تھیں۔ خاموشی سے اس کے آنسو پونچھتی اور صبر کرنے کی تلقین کر رہی تھیں۔

زینی اب کب تک کچن میں چھپی رہتی۔ حالات کا سامنا تو کرنا ہی تھا۔

"یہ میرا گھر ہے عافیہ کا نہیں۔ یہاں مالکن میں ہوں اور وہ فقط ایک مہمان۔ ان چاہی ان بلائی مہمان۔"

وہ خود کو یاد دلاتی مضبوطی کا درس دیتی باہر نکلی۔ تو امی نے اسے دیکھتے ہی یاد دلایا۔

"مجھے تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے زینی! اور دوا بھی لینی ہے مجھے۔"

وہ ان کا مطلب سمجھ کر ان کا ہاتھ تھام کر انہیں کمرے میں لے آئی۔ پانی کا گلاس بھر کے انہیں تھمایا اور ان کی دوا نکال کے دی۔ دوا کھا کر وہ لیٹ گئیں۔

"تھوڑا آرام کروں گی میں۔"

زینی مضطرب سی پلٹی۔

"تم پریشان ہو رہی ہو؟" امی کی پرسکون آواز نے زینی کو تحیر میں مبتلا کیا۔

"آپ نے اس سے پوچھا نہیں، وہ یہاں کیوں آئی ہے؟"

"مہمانوں سے ایسے نہیں پوچھا کرتے۔ وہ تو آتے ہی جانے کے لیے ہیں زینی۔" انہوں نے اطمینان سے کہا تو لمحہ بھر انہیں دیکھتے رہنے کے بعد وہ مسکرا

دی۔

"تم جا کر اسے کھانے کا پوچھو۔ سفر سے آئی ہے۔ دعوت میں جاتے ہوئے اسے میرے کمرے میں چھوڑ جانا۔" امی کے کہنے پر وہ سر ہلا کر باہر آگئی۔ جہاں عافیہ اب قدرے پرسکون حالت میں ادھر ادھر ٹہل کر اس شان دار گھر کا جائزہ لے رہی تھی۔

زینی کو دیکھ کر رشک و حسد کے ملے جلے انداز میں بولی۔

"تم نے ہمیشہ ہی میری اترن پر عیش کیا ہے۔"

زینی کی رنگت زرد پڑ گئی۔

وہ کچھ دیر پہلے والی حالات کی ٹھوکروں کی زد میں آئی عافیہ سے بالکل مختلف لگ رہی تھی۔

بالکل تائی اماں کے گھر والی عافیہ۔ نخوت زدہ انداز اور کمینگی کی حد تک فقط "اپنا" سوچنے والی۔

"میں گھر سے چلی گئی تھی اس دنیا سے تو نہیں کہ تم نے جلدی سے عاقب کو چھوڑ میرے منگیتر سے نکاح پڑھوا لیا۔" وہ پھنکاری۔

زینی نے ہمیشہ سے عافیہ کے رعب میں اس سے دب کر زندگی گزاری تھی۔ اس کے پرانے کپڑے جوتے پہننے والی اس کے سامنے بھلا کیا بولتی؟ ہاں دل ہی دل میں اس کے خلاف محاذ بنا کر جنگ لڑتی رہتی۔ مگر اب تو عافیہ حد ہی کر رہی تھی۔ اس نے ہمت مجتمع کی۔

"مگر اب وہ تمہارا منگیتر نہیں ہے۔ مت بھولو کہ اس وقت میں ہی تھی جو دونوں گھروں کی عزت بچا سکتی تھی۔"

"شٹ اپ۔" وہ غرائی۔ زینی کے عیش و آرام کی ہلکی سی جھلک نے ہی اسے پاگل کر ڈالا تھا۔ "کیا ہوتا بارات واپس آجاتی بنا دلہن کے 'سولٹ'؟ میں آج نہ سہی کل واپس آتی تو بھی عمر میرا انتظار کرتا۔ ایسا وقت گزار چکے ہیں ہم اکٹھے۔" وہ بے حیائی کی حد پر تھی۔

زینی کے پردۂ ذہن پر صاعقہ بھابھی کی کہی باتیں تازہ ہوئیں۔

"وہ سب ماضی کی باتیں تھیں عافیہ! عمر کا حال میں ہوں۔ اور ماضی بھول جانے کے لیے ہی ہوا کرتا ہے۔ خاص طور پر سیاہ ماضی۔" زینی نے خود کو مضبوط بنائے رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے لہجے میں سختی بھری۔

"بکواس بند کرو۔ آنے دو عمر کو۔ پھر دیکھنا کون حال ہے۔ اور کون ماضی کا قصہ بنتا ہے۔ ایسے ایسے قصے بتاؤں گی تمہارے اور عاقب کے کہ۔"

وہ شیطانیت بھرے انداز سے مسکرا کر جملہ ادھورا چھوڑ گئی مگر زینی کے وجود میں خوف آمیز سنسناہٹ دوڑ گئی۔ وہ عافیہ کا مطلب اچھی طرح سے سمجھ گئی تھی۔

"میرا عاقب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس سے میرے نکاح کی خواہش تائی اماں کی تھی۔"

زینی کو رونا آیا۔ عافیہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔ عافیہ محظوظ انداز میں مسکرائی۔

"یہ تو میں جانتی ہوں نا عمر تو وہی سنے گا جو میں کہوں گی۔"

"خدا کے لیے عافیہ! اپنی زندگی تو بسا چکی ہو میرا گھر کیوں تباہ کرنے آگئی ہو۔ جو پہلے ہی بڑی مشکلوں سے بسا ہے۔"

زینی کے آنسو رواں ہوگئے۔ وہ بے بسی کی انتہا پر تھی۔

تین ماہ پہلے ماں باپ کی عزت داؤ پر لگا کر جانے والی بھلا اس کی عزت سے کھیلنے کاہے کو ہچکچانے لگی؟

"یہ میرا گھر ہے زینی۔ تم صرف ایک غاصب ہو اور بس۔ یہ سب وہ ہے۔ جس کے لیے میں فیصل کی طرف دوڑی تھی۔" سرشاری سے کہتے وہ ہاتھ دائیں بائیں پھیلا کر گھومی۔

"مگر وہ ذلیل کنگلا نکلا۔ مجھے کیا پتا تھا یہ سب مجھے عمر کی قسمت سے ملنے والا ہے۔" وہ متاسف ہوئی۔ پھر اطمینان سے بولی۔ "خیر۔ ابھی بھی کون سا کچھ بگڑا ہے۔"

"چلی جاؤ یہاں سے عافیہ۔ میں تمہیں اپنی زندگی تباہ کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔" وہ سرسراتی آواز میں بولی۔ عافیہ کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ کھیل

FAMOUS URDU NOVELS FREE PDF LIBRARY

گئی۔

"ہونہہ۔ تمہیں تو عادی ہو جانا چاہیے تھا اب تک۔ جانتی نہیں ہو میری عادت کو۔ ہمیشہ میری اترن پہنی ہے تم نے۔ مگر جب وہ چیز تم پر جچی تو میں نے واپس لینے میں ایک منٹ نہیں لگایا۔ اب عمر کو کیسے چھوڑ دوں تمہارے ساتھ۔"

اس کے سفاکانہ انداز پر زینی کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

اسی وقت عمر اندر آگیا۔

وہ اپنے دھیان میں ہمیشہ کی طرح سلام کرتا آیا تھا۔ زینی نے بے ساختہ عافیہ کو دیکھا جس کے تاثرات یکسر بدل گئے تھے۔

"عمر۔" بے حد جذباتی انداز میں اسے پکارتی وہ آگے بڑھی اور عمر کا ہاتھ تھام لیا۔ "کیسے ہو تم؟"

عمر ساکت سا عافیہ کو دیکھ رہا تھا۔

زینی کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

سامعہ نے کہا تھا عمر کے دل پر عافیہ کا سایہ ہے۔ تو کیا وہ پھر سے کوئی منتر پھونکنے والی تھی؟

"مجھے معاف کر دو عمر! دیکھو تمہاری محبت کتنی طاقت ور ہے ایک دن بھی سکون سے نہیں گزار پائی میں تمہارے بغیر۔ بس کسی کے بہکاوے میں آگئی تھی۔ تم سے دور تھی نا اسی لیے۔ کسی نے میرے معصوم جذبات کا رخ اپنی طرف موڑ لیا۔ مگر اس دل سے تمہاری تصویر اتر ہی نہیں پائی۔ ٹھکرا آئی ہوں میں فیصل کی نام نہاد محبت کو۔ تمہاری محبت جیت گئی عمر!"

وہ چرب زبان بھی تھی اور اداکارہ بھی۔

آنکھوں میں آنسو بھرے بڑے دردیلے انداز میں تمن ماہ کی "داستان حیات" سنا رہی تھی۔ عمر نے آہستگی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور نرمی سے بولا۔

"میں زینی سے شادی کر چکا ہوں۔"

"تو کیا ہوا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں بھی تو فیصل کو چھوڑ کے تمہارے پاس آئی ہوں۔ تم بھی اسے چھوڑ دو۔"

یہ زینی کا گھر تھا اور وہ اس وقت وہاں فقیروں کی طرح کھڑی تھی۔

"اور زینی کا کیا ہو گا؟" عمر کا سوال سن کر زینی کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگنے لگا۔

اب وہ بھلا کسی اور سے محبت کر پائے گی۔ زینی کی معصوم بے ساختہ محبت کو برتنے کے بعد بھی وہ عافیہ سے یہ سوال کر رہا تھا۔

زینی کٹ کٹ کر مرنے لگی۔ عافیہ تفاخر سے مسکرائی۔

"اس کی تم فکر مت کرو۔ وہ میرا مسئلہ ہے۔ عاقب میری بات کبھی نہیں ٹالے گا اور رہی زینی۔ تو اسے تو سدا سے میری اترن کی عادت رہی ہے۔ حتیٰ کہ شادی بھی میرے چھوڑے ہوئے منگیتر سے کرلی۔"

عافیہ کو عمر بے وقوفی کی حد تک سیدھا سادہ لگا کرتا تھا۔ تب ہی اسے یہ زعم تھا کہ عمر اس کی غلطی کو معاف کرکے اسے اپنانے میں دیر نہیں کرے گا۔

"لیکن میرے ساتھ ایک مسئلہ ہے عافیہ!" وہ متفکر سا بولا۔

"وہ کیا۔؟" عافیہ طمانیت سے مسکرائی تو عمر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اتنی دیر میں پہلی بار مسکرایا۔

زینی نے اذیت محسوس کرتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"وہ یہ کہ۔ مجھے کسی کی اترن کی عادت نہیں ہے۔"

عافیہ کو لگا اس کے آس پاس زوردار دھماکا ہوا ہو۔ عمر کے ایک ہی جملے نے اس کی ذات کے پرخچے اڑا دیے تھے۔

"تاکہ تم اپنی استعمال شدہ چیزیں زینی کو دیتی رہی ہو۔ مگر تم نے کبھی یہ سوچا کہ وہی چیزیں زینی سے واپس لے کر تم بھی اس کی اترن پہنتی رہی ہو؟"

وہ تحقیر آمیز انداز میں اسے اس کی اوقات دکھا رہا تھا۔

زینی کے آنسو تھم سے گئے۔ عافیہ بے یقینی سے عمر کو دیکھ رہی تھی۔

"تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تمہاری بدکرداری کو بھول کر تمہاری چند دنوں کی محبت کو یاد رکھوں گا؟"

عمر کے انداز میں اس کے لیے حقارت تھی۔ اس نے آگے بڑھ کے زینی کے شانے پر بازو پھیلاتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا تو وہ بے اختیار اس کے شانے سے لگ کے رو دی۔

"یہ وہ لڑکی ہے جس نے تمہاری اڑائی ہوئی بے غیرتی کی دھول کو اپنی قربانی اور وفاداری کے پانی سے دھو ڈالا۔ چاہے اسے عاقب سے محبت تھی یا اس کا نکاح اس کے ساتھ طے تھا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس نے اس وقت میری عزت کو سنبھالا جب تم نے نہ میری عزت کا پاس رکھا اور نہ اپنے شریف ماں باپ کی۔"

وہ دھیمے مگر شعلہ بار لہجے میں پھنکارا تو عافیہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"اسی لیے تو فیصل کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے میں نے۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے عمر!"

"غلطی کا احساس ہو گیا ہے تو جا کے اپنے والدین سے معافی مانگو۔ میری زندگی کی تصویر مکمل ہو چکی ہے۔ یہ سب شان و شوکت زینی کے نصیب سے ہے۔" وہ بے رخی سے بولا۔

کافی دیر خاموشی چھائی رہی تو اس کے شانے میں منہ دیے کھڑی زینی نے سر اٹھا کے دیکھا۔ لاؤنج خالی تھا۔ عافیہ کا سوٹ کیس بھی غائب تھا۔ وہ وہاں سے ناکام و نامراد جا چکی تھی۔

بے اختیار عمر کو دیکھا تو وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ جھینپ کر پیچھے ہٹی۔ روئی روئی آنکھوں کے ساتھ وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔

"وہ چلی گئی؟" بے یقینی سے پوچھا۔ گہری سانس بھرتے عمر نے اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر اپنے سامنے کیا اور مسکرا کر بولا۔

"اسے جانا ہی تھا۔ تم نے بالکل ٹھیک کہا تھا جس کا "حال" اتنا شان دار ہو وہ تاریک ماضی کو یاد رکھ کے کیا کرے گا۔" وہ بھولپن سے بولا تو زینی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تو وہ کیا کہہ رہی تھیں تم ابھی کہ اگر اللہ نے دل کی طرح مجھے نظر بھی صاف دی ہوتی تو پتا چلتا کہ عافیہ سے زیادہ حسین بیوی ملی ہے مجھے۔ ذرا پاس آؤ۔ دیکھوں تو سہی۔"

وہ مزید بولتے ہوئے قریب ہوا تو زینی کا بے اختیار قہقہہ ہواؤں میں بکھر گیا۔ وہ کی وہ تھوڑی دیر پہلے اس کی گفتگو سن چکا تھا۔ وہ مطمئن تھی کہ اسے پتا چل گیا تھا کہ عمر کے دل کے تمام موسموں پر اب اسی کی حکمرانی ہے۔

اور ادھر لیٹنے میں شاہد ورکشے کے انتظار میں کھڑی عافیہ اپنی زندگی کی بازی دوسری بار ہار کے روتی ہوئی واپس جا رہی تھی۔

اسی زندگی کی طرف جس کے راستے اس نے خود تلاشے تھے۔ کہ خدا بھٹکے ہوؤں کو تب تک راستہ نہیں دکھاتا۔ جب تک کہ خود ان کے دل میں صحیح منزل تک پہنچنے کی لگن نہ جاگے۔

✳

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32735021